

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

کتاب ---------------- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف ---------------- حافظ زبیر علی زئی

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

کمپوزنگ ---------------- مکتبۃ الحدیث

اشاعت ---------------- 2013ء

قیمت ----------------

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 37244973-042 فیکس: 37232369-042
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 2631204, 2034256-041
مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک فون: 2310571-057
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

متواتر حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔ دیکھئے نظم المتناثر (ص ۹۸ حدیث: ۶۸)

اس کے سراسر برعکس مالکیوں کی غیر مستند کتاب "المدونہ" میں لکھا ہوا ہے:

" وقال مالك في وضع اليمنىٰ على اليسرىٰ فى الصلوٰة قال :لا أعرف ذلك فى الفريضة وكان يكرهه ولكن فى النوافل إذا طال القيام فلا بأس بذلك يعين به نفسه "

(امام) مالک نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں کہا: " مجھے فرض نماز میں اس کا ثبوت معلوم نہیں" وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے، اگر نوافل میں قیام لمبا ہو تو ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مدد دے سکتا ہے۔ (المدونہ ۱/۷۶)

تنبیہ: مدونہ ایک مشکوک اور غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۷۳)

اس غیر ثابت قول کے مقابلے میں موطأ امام مالک میں باب باندھا ہوا ہے:

"باب وضع اليدين إحداهما على الأخرىٰ فى الصلوٰة" (۱/۱۵۸)

اس باب میں امام مالک سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ والی حدیث لائے ہیں: " كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنىٰ على ذراعه اليسرىٰ فى الصلوٰة "

لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

(۱/۱۵۹ ح ۳۷۷ والتمہید ۲۱/۹۶، والاستذکار: ۳۴۷ والزرقانی: ۳۷۷)

ابن عبدالبر نے کہا:

" وروی ابن نافع وعبدالملك و مطرف عن مالك أنه قال :توضع اليمنٰى على اليسرىٰ فی الصلوٰة فی الفريضة و النافلة ، قال: لا بأس بذلك ، قال أبو عمر: وهو قول المدنيين من أصحابه "

ابن نافع ،عبدالملک اور مطرف نے (امام) مالک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "فرض اور نفل (دونوں نمازوں) میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہئے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" ابوعمر (ابن عبدالبر) نے کہا: اور ان (امام مالک) کے مدنی شاگردوں کا یہی قول ہے۔ (الاستذکار ۲/۲۹۱)

"مدونہ" کی تقلید کرنے والے مالکی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اگر کسی مقلد مالکی سے ہاتھ چھوڑنے کی دلیل پوچھی جائے تو وہ کہتا ہے: "میں امام مالک کا مقلد ہوں، دلیل ان سے جا کر پوچھو، مجھے دلائل معلوم ہوتے تو میں تقلید کیوں کرتا؟" (تقریر ترمذی ص ۳۹۹)

شیعہ اور اہلِ تقلید مالکیوں کے مقابلے میں اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ ہر نماز میں حالتِ قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں اور دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھنا چاہئے۔

ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے، اہلِ حدیث کے نزدیک نماز میں ناف سے اوپر سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ (مسند احمد ۵/۲۲۶، وسندہ حسن)

امام بیہقی لکھتے ہیں: " باب وضع اليدين على الصدر فی الصلوٰة من السنة "

باب: نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۰)

اس کے برعکس حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ

"نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں"

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

" وقال الثوري وأبو حنيفة و إسحاق :أسفل السرة ، وروىٰ ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي ولا يثبت ذلك عنهم وهو قول أبي مجلز "

ثوری، ابوحنیفہ اور اسحاق (بن راہویہ) کہتے ہیں کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں (!) اور یہ بات علی (رضی اللہ عنہ) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) اور (ابراہیم) نخعی سے مروی ہے مگر ان سے ثابت نہیں ہے اور ابومجلز کا یہی قول ہے۔ (التمہید ۲۰/۷۵)

سعودی عرب کے مشہور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین کی تقدیم ومراجعت سے چھپی ہوئی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ "الصواب :السنة وضع اليد اليمنىٰ على اليسرىٰ على الصدر" صحیح یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر، سینے پر رکھنا سنت ہے۔

(القول المتین فی معرفۃ مایہم المصلین ص ۴۹)

امام اسحاق بن راہویہ اپنے دونوں ہاتھ، اپنی چھاتیوں پر یا چھاتیوں سے نیچے (سینے پر) رکھتے تھے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق ص ۲۲۲ وصفۃ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۱)

اس کے برعکس دیوبندی وبریلوی حضرات یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ "غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔" (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۲۷۹)

دیوبندیوں وبریلویوں کا یہ دعویٰ ہے کہ "مرد تو ناف سے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں" حالانکہ اس دعویٰ کی کوئی صریح دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں و دیوبندیوں کے ساتھ اہلِ حدیث کا اصل اختلاف عقائد اور اصول میں ہے۔ دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۸ تا ۱۸

تنبیہ: رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے چاہئیں یا نہیں باندھنے چاہئیں، یہ مسئلہ اجتہادی ہے، دونوں طریقے صحیح ہیں۔ (دیکھئے مسائل صالح بن احمد بن حنبل قلمی ص ۹۰ مطبوع ۲/۲۰۵ مسئلہ نمبر ۶۷۷)

اس سلسلے میں تشدد نہیں کرنا چاہئے، بہتر یہی ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑے جائیں تاہم اگر کوئی شخص ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۷/ اگست ۲۰۰۴ء)

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

جو شخص کلمہ پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہوتا ہے اس پر نماز کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ دیکھئے سورۃ النسآء آیت نمبر ۱۰۳، نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

یقیناً فلاح پائی اہلِ ایمان نے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ (المؤمنون: ۱،۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ (چیزوں) پر رکھی گئی ہے:

① أشهد أن لا إله إلا الله اور أشهد أنّ محمد رسول الله

② نماز قائم کرنا ③ زکوٰۃ ادا کرنا

④ حج کرنا ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا

(ھذا حدیث صحیح متفق علیٰ صحتہ، شرح السنۃ للبغوی ج ۱ ص ۱۷، ۱۸ ح ۶، البخاری: ۸، مسلم: ۱۶)

قیامت کے دن انسان سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۶ وسندہ صحیح و صححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم ۲۶۲/۱، ۲۶۳، ۲۶۳ ووافقہ الذہبی ولہ شاہد عند احمد ۶۵/۴، ۱۰۳، ۳۷۷/۵)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((صلوا كما رأيتموني أصلي))

نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح بخاری ۸۹/۲ ح ۶۳۱)

نماز میں ایک اہم مسئلہ ہاتھ باندھنے کا ہے، ایک گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

دلیل نمبر ۱:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں [یہ حدیث مرفوع ہے] (موطأ امام مالک ۱۵۹/۱ ح ۳۷۷، صحیح بخاری مع فتح الباری ۲/۲۲۴ ح ۷۴۰)

دلیل نمبر۲:

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی احادیث متعدد صحابہ سے صحیح یا حسن اسانید کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً:

۱: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (مسلم:۴۰۱ وابوداود:۷۲۷)

۲: جابر رضی اللہ عنہ (احمد ۳/۳۸۱ ح ۱۵۱۵۶ وسندہ حسن)

۳: ابن عباس رضی اللہ عنہما (صحیح ابن حبان، الموارد:۸۸۵ وسندہ صحیح)

۴: عبداللہ بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ۳/۱۶۱۰ ح ۴۰۵۴ وسندہ حسن واوردہ الضیاء فی المختارۃ ۹/۱۳۰ ح ۱۱۴)

۵: غضیف بن الحارث رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۱۰۵، ۵/۲۹۰ وسندہ حسن)

۶: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابوداود:۷۵۵ وابن ماجہ:۸۱۱ وسندہ حسن)

۷: عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (ابوداود:۷۵۴ واسنادہ حسن واوردہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ ۹/۳۰۱ ح ۲۵۷)

یہ حدیث متواتر ہے۔ (نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۸ ح ۶۸)

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ارسال کرنا چاہیے (ہاتھ نہ باندھے جائیں)

اس گروہ کی دلیل

المعجم الکبیر للطبرانی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ارسال یدین کرتے تھے اور کبھی کبھار دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھتے تھے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۰۲)

اس دلیل کا جائزہ

اس روایت کی سند کا ایک راوی خصیف بن جحدر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/۷۴ ح ۱۳۹)

امام بخاری، ابن الجارود، الساجی، شعبہ، القطان اور ابن معین وغیرہ نے کہا: کذاب (جھوٹا) ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۲/۳۸۶)

حافظ ہیثمی نے کہا: کذاب ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۰۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند موضوع (من گھڑت) ہے لہٰذا اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

تقلید پرستی کا ایک عبرتناک واقعہ

حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی نے کہا:

"ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی، شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے گھر گئے، اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ: میں امام مالک کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا، تو وہ لوگ ساکت ہو گئے" (تقریر ترمذی ص ۳۹۹ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والا دلیل کی طرف دیکھتا ہی نہیں اور نہ دلیل سنتا ہے، یاد رہے کہ امام مالک سے ارسالِ یدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مالکیوں کی غیر مستند کتاب "مدونہ" کا حوالہ موطأ امام مالک کے مقابلے میں مردود ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے اور نماز میں ہاتھ نہ باندھنا خلاف سنت ہے، اب ہاتھ کہاں باندھے جائیں اس میں اہلِ حدیث اور اہل الرائے کا اختلاف ہے۔

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا اور اس کا تجزیہ

اہل الرائے کا دعویٰ ہے کہ ہاتھ ناف سے نیچے باندھے جائیں۔ ان کے پیش کردہ دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبرا:

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (سنن ابی داود ۱/۴۸۰، ۴۸۱ ح ۷۵۸، ۷۵۶)

جائزہ:

اس روایت کا دارومدار عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی پر ہے۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی الکوفی علمائے اسماء الرجال کی نظر میں

۱: ابوزرعہ الرازی نے کہا: ليس بقوي (الجرح والتعدیل ۵/۲۱۳)

۲: ابوحاتم الرازی نے کہا: هو ضعيف الحديث ، منكر الحديث يكتب حديثه ولا يحتج به (الجرح والتعدیل ۵/۲۱۳)

۳: ابن خزیمہ نے کہا: ضعيف الحديث (کتاب التوحید ص ۲۲۰)

۴: ابن معین نے کہا: ضعيف ، ليس بشيء

(الجرح والتعدیل ۵/۲۱۳ وسندہ صحیح ، تاریخ ابن معین: ۱۵۵۹، ۳۰۷۰)

۵: احمد بن حنبل نے کہا: منكر الحديث (کتاب الضعفاء للبخاری: ۲۰۳، التاریخ الکبیر ۵/۲۵۹)

۶: بزار نے کہا: ليس حديثه حديث حافظ (کشف الاستار: ۸۵۹)

۷: یعقوب بن سفیان نے کہا: ضعيف (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۹)

۸: عقیلی نے کہا: ذكره في كتاب الضعفاء (۲/۳۲۲)

۹: العجلی نے کہا: ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه (تاریخ العجلی: ۹۳۰)

۱۰: بخاری نے کہا: ضعيف الحديث (العلل للترمذی ۱/۲۲۷)

اور کہا: فيه نظر (الکامل لابن عدی ۴/۱۶۱۳ وسندہ صحیح)

۱۱: نسائی نے کہا: ضعيف (کتاب الضعفاء للنسائی: ۳۵۸)

اور کہا: ليس بثقة (سنن النسائی ۶/۹ ح ۳۱۰۱)

۱۲: ابن سعد نے کہا: ضعيف الحديث (طبقات ابن سعد ۶/۳۶۱)

۱۳: ابن حبان نے کہا: كان ممن يقلب الأخبار والأسانيد وينفرد بالمناكير عن المشاهير ، لا يحل الإحتجاج بخبره (کتاب المجروحین ۲/۵۴)

۱۴: دارقطنی نے کہا: ضعيف (سنن دارقطنی ۲/۱۲۱ ح ۱۹۸۲)

۱۵: بیہقی نے کہا: متروك (السنن الکبریٰ ۲/۳۲)

۱۶: ابن جوزی نے اس کو الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا اور کہا:

" ویحدث عن النعمان عن المغیرۃ أحادیث مناکیر " (۸۹/۲ت۱۸۵۰)

اور کہا: "المتھم بہ عبدالرحمٰن بن إسحاق " (الموضوعات ۲۵۷/۳)

۱۷: الذہبی نے کہا: ضعفوہ (الکاشف ج۲ص۲۶۵)

۱۸: ابن حجر نے کہا: کوفي ضعیف (تقریب التہذیب:۳۷۹۹)

۱۹: نووی نے کہا: ھو ضعیف بالإتفاق (شرح مسلم ج۴ص۱۱۵، نصب الرایہ ج۱ص۳۱۴)

۲۰: ابن الملقن نے کہا: فإنہ ضعیف (البدر المنیر ۱۷۷/۴)

الزرقانی نے بھی شرح موطأ امام مالک (ج۱ص۳۲۱) میں کہا: "وإسنادہ ضعیف"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق جمہور محدثین کرام کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے بعض نے اس کو متہم اور متروک بھی کہا ہے لہٰذا اس کی روایت مردود ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر نے کہا: "وإسنادہ ضعیف " (الدرایہ ۱۲۸/۱)

بیہقی نے کہا: "لا یثبت إسنادہ"

نووی نے کہا: "ھو حدیث متفق علٰی تضعیفہ" (نصب الرایہ ج۱ص۳۱۴)

زیلعی حنفی نے تو اس کی کوئی تردید نہیں کی مگر نصب الرایہ کے متعصب محشی نے لکھا ہے:

"ترمذی نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کی حدیث کی تحسین اور حاکم نے تصحیح کی ہے"

حالانکہ ترمذی اور حاکم دونوں ان لوگوں کے نزدیک تساہل کے ساتھ مشہور ہیں۔ ترمذی نے کثیر بن عبداللہ کی حدیث کی تصحیح کی ہے جبکہ کثیر کو کذاب بھی کہا گیا ہے، اسی لئے بقولِ حافظ ذہبی "علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔" (میزان الاعتدال ۴۰۷/۳)

حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث کی تصحیح کی ہے حالانکہ یہی حاکم اپنی کتاب "المدخل إلی الصحیح " میں لکھتے ہیں:

" روی عن أبیہ أحادیث موضوعۃ لا یخفی علٰی من تأملھا من أھل الصنعۃ أن الحمل فیھا علیہ " (ص۱۰۴)

زیلعی حنفی لکھتے ہیں کہ ”وتصحیح الحاکم لا یعتد به“ (نصب الرایہ ۱/۳۴۴)
یعنی حنفیوں کے نزدیک حاکم کی تصحیح کسی شمار وقطار میں نہیں ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔
ابن خزیمہ نے تو عبدالرحمٰن پر جرح کی ہے۔ دیکھئے کتاب التوحید (ص ۲۲۰)
یاد رہے کہ عبدالرحمٰن مذکور کی تحت السرۃ والی روایت کو کسی محدث وامام نے صحیح یا حسن نہیں کہا، لہٰذا امام نووی کی بات صحیح ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔
عبدالرحمٰن کے اساتذہ میں زیاد بن زید مجہول ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۰۷۸)
نعمان بن سعد کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی اور اس سے عبدالرحمٰن روایت میں تنہا ہے لہٰذا حافظ ابن حجر نے کہا: ”فلا یحتج بخبره“ (تہذیب التہذیب ۱۰/۴۰۵)
عبدالرحمٰن الواسطی نے ”عن سیار أبی الحکم عن أبي وائل قال قال أبو هريرة......“ کی ایک سند فٹ کی ہے، اس کے بارے میں امام ابوداود نے کہا:

”وروی عن أبي هريرة وليس بالقوي“

اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے اور وہ قوی نہیں ہے۔

(سنن ابی داود ج ۱ ص ۴۸۰ حدیث ۷۵۷)

دلیل نمبر ۲:

وعن أنس.... ووضع الید الیمنٰی علی الیسریٰ فی الصلٰوۃ تحت السرۃ

جائزہ:

اس روایت کی سند میں ایک راوی سعید بن زربی ہے۔

(الخلافیات للبیہقی قلمی ص ۳۷ و مختصر الخلافیات ۱/۳۴۲)

سعید بن زربی سخت ضعیف راوی ہے، حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”منکر الحدیث“
یہ (شخص) منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)
تنبیہ: محلی ابن حزم (۴/۱۱۳) اور الجوہر النقی میں یہ روایت بغیر سند کے مذکور ہے۔
دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نماز میں ناف سے اوپر سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

دلیل نمبر ۱:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ثم وضع یده الیمنیٰ علیٰ ظهر کفه الیسریٰ والرسغ والساعد پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔ صحیح ابن خزیمہ (۲۴۳/۱ ح ۴۸۰، ۷۱۴) صحیح ابن حبان (۱۶۷/۳ ح ۱۸۵۷ والموارد: ۴۸۵) مسند احمد (۳۱۸/۴ ح ۱۹۰۷۵) سنن نسائی (۱۲۶/۲ ح ۸۹۰) سنن ابی داود مع بذل المجهود (۴۳۷/۴، ۴۳۸ ح ۷۲۷ وسندہ صحیح)

جائزہ:

۱: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ: صحابي جليل (تقریب التہذیب: ۷۳۹۳)

۲: کلیب: صدوق (تقریب التہذیب: ۵۶۶۰)

۳: عاصم بن کلیب: صدوق رمي بالإرجاء (تقریب التہذیب: ۳۰۷۵)
یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

۴: زائدہ بن قدامہ: ثقة ثبت صاحب سنة (تقریب التہذیب: ۱۹۸۲)

۵: ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی: ثقة ثبت (تقریب التہذیب: ۷۳۰۱)

۶: الحسن بن علی الحلوانی: ثقة حافظ له تصانيف (تقریب التہذیب: ۱۲۶۲)

معلوم ہوا کہ یہ سند صحیح ہے، نیموی نے بھی آثار السنن (ص ۸۳) میں کہا: "وإسناده صحيح"

تشریح: "الکف والرسغ والساعد" اصل میں ذراع (حدیث بخاری: ۷۴۰) کی تشریح ہے۔ المعجم الوسیط (۴۳۰/۱) میں ہے "الساعد: مابين المرفق والكف من أعلى" ساعد کہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف) کو کہتے ہیں۔

تنبیہ: "الساعد" سے مراد پوری "الساعد" ہے بعض الساعد نہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: " لأن العبرة بعموم اللفظ حتى يقوم دليل على التخصيص " جب تک تخصیص کی دلیل قائم نہ کی جائے عموم لفظ کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔

(فتح الباری ۱۲/۲٦۱ تحت ح ۲۹۱۵)

"بعض الساعد" کی تخصیص کسی حدیث میں نہیں ہے، لہٰذا ساری "الساعد" پر ہاتھ رکھنا لازم ہے، تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہی ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

قال الإمام أحمد في مسنده: " ثنا يحي بن سعيد عن سفيان: حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله ورأيته يضع هذه على صدره / وصف يحي اليمنٰى على اليسرىٰ فوق المفصل "

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (نماز سے فارغ ہوکر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحیٰی (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔

(مسند احمد ۵/۲۲٦ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن والتحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳)

سند کی تحقیق

① یحیٰی بن سعید (القطان):

ثقة متقن حافظ إمام قدوة من كبار التاسعة (تقریب التہذیب: ۷۵۵۷)

② سفیان (الثوری):

ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة من رؤس الطبقة السابعة و كان ربما دلس

(تقریب التہذیب: ۲۴۴۵)

③ سماک بن حرب:

صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بأخرة فكان ربما تلقن . (تقریب التہذیب:۲۶۲۴)

یاد رہے کہ سماک کی یہ روایت عکرمہ سے نہیں ہے لہٰذا اضطراب کا خدشہ نہیں، سفیان الثوری نے سماک سے حدیث کا سماع قدیماً (اختلاط سے پہلے) کیا ہے لہٰذا ان کی سماک سے حدیث مستقیم ہے۔ (دیکھئے بذل المجہود ج ۴ ص ۴۸۳ تصنیف: خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی)

سماک کی روایت صحیح مسلم، صحیح بخاری فی التعلیق اور سنن اربعہ میں ہے۔ (نیز دیکھئے ص ۳۹)

④ قبیصہ بن ہلب (الطائی):

ابن مدینی نے کہا: مجہول ہے، نسائی نے کہا: مجہول ہے۔ العجلی نے کہا: ثقہ ہے، ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا۔ (تہذیب التہذیب ۳۱۴/۸) ترمذی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا (سنن الترمذی: ۲۵۲) اور ابوداود نے اس کی حدیث پر سکوت کیا۔

(سنن ابی داود ج ۴ ص ۱۴۷، کتاب الاطعمۃ باب کراہیۃ التقذر للطعام ح ۳۷۸۴)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی کا یہ خیال ہے کہ ابوداود کا سکوت حدیث کے صالح الاحتجاج ہونے کی دلیل ہے اور اس کی سند راویوں کے صالح ہونے کی بھی دلیل ہے۔

(قواعد الدیوبندیہ فی علوم الحدیث ص ۲۲۴، ۸۳)

اگرچہ یہ قاعدہ مشکوک و باطل ہے لیکن دیوبندی ''حضرات'' پر تھانوی صاحب کی بات بہرحال حجت ہے، امام بخاری نے اس کو التاریخ الکبیر (۱۷۷/۷) میں ذکر کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔ تھانوی صاحب کی تحقیق کے مطابق اگر امام بخاری کسی شخص پر اپنی تواریخ میں طعن (و جرح) نہ کریں تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳ طبع بیروت)

ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل (۱۲۵/۷) میں اس کا ذکر کر کے سکوت کیا ہے، تھانوی صاحب کے نزدیک ابن ابی حاتم کا سکوت راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۵۸)

تھانوی صاحب کے یہ اصول علی الاطلاق صحیح نہیں ہیں، ان پر مشہور عرب محقق

عداب محمود الحمش نے اپنی کتاب ''رواة الحديث الذين سكت عليهم أئمة الجرح والتعديل بين التوثيق والتجهيل ''میں زبردست تنقید کی ہے۔تھانوی صاحب کے اصول الزامی طور پر پیش کئے گئے ہیں۔امام العجلی معتدل امام ہیں لہٰذا العجلی ،ابن حبان اور الترمذی کی توثیق کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح بات یہ ہے کہ قبیصہ بن ہلب حسن الحدیث راوی ہیں۔

قبیصہ کے والد ہلب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔(تقریب التہذیب:۷۳۱۵)

ایک بے دلیل اعتراض

نیموی صاحب فرماتے ہیں:

" رواه أحمد و إسناده حسن لكن قوله على صدره غير محفوظ "

اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے لیکن ''على صدره ''کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ (آثار السنن ص ۸۷ ح ۳۲۶)

جواب

نیموی صاحب کا یہ فرمان قرینِ صواب نہیں ہے، کیونکہ انھوں نے سفیان الثوری کے تفرد کو اپنے اس فیصلہ کی بنیاد بنایا ہے جب کہ حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کسی راوی کا کسی لفظ میں منفرد ہونا اس لفظ کے غیر محفوظ ہونے کی کافی دلیل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ وہ الفاظ اس سے زیادہ ثقہ راوی کے الفاظ کے سراسر منافی نہ ہوں۔حافظ ابن حجر شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

" وزيادة راويها مقبولة مالم تقع منافية لمن هو أوثق "

صحیح اور حسن حدیث کے راوی کے وہ الفاظ مقبول ہوں گے جو وہ دوسروں کے بالمقابل زیادہ کرے بشرطیکہ وہ اوثق کے خلاف نہ ہوں۔(تحفۃ الدرر ص ۱۹)

ظاہر ہے کہ على صدره کے الفاظ اضافہ ہیں، منافی نہیں ہیں۔

شاہد نمبر ۱:

قال ابن خزيمة في صحيحه: " نا أبو موسى :نامؤمل:نا سفيان عن

عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال :صليت مع رسول الله ﷺ ووضع يده اليمنٰى علٰى يده اليسرىٰ علٰى صدره "

سیدنا وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ، آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔(ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹ و احکام القرآن للطحاوی ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹)

سند کا جائزہ: بعض آلِ تقلید نے اس کے راوی مؤمل بن اسماعیل پر جرح نقل کی ہے۔

(بذل المجہود فی حل ابی داود ۴/۴۸۶، آثار السنن: ۳۲۵)

اس جرح کے مفصل جواب کے لئے دیکھئے ص ۱۹۔۲۹، نیز ص ۳۰۔۳۱

اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل

ابوعبداللہ مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری نزیل مکہ کے بارے میں مفصل تحقیق درج ذیل ہے، کتب ستہ میں مؤمل کی درج ذیل روایتیں موجود ہیں:

صحیح البخاري = (ح ۲۷۰۰، اور بقول راجح ح ۷۰۸۳، تعلیقاً)

سنن الترمذي = (ح ۴۱۵، ۶۷۲، ۱۸۲۲، ۱۹۴۸، ۲۱۴۵، ۳۲۶۶، ۳۵۲۵، ۳۹۰۶، ۳۹۴۹)

سنن النسائي: الصغریٰ = (ح ۴۰۹۷، ۴۵۸۹)

سنن ابن ماجه = (ح ۲۰۱۳، ۲۹۱۹، ۳۰۱۷)

مؤمل مذکور پر جرح درج ذیل ہے:

۱ : ابوحاتم الرازی:

" صدوق ، شدید في السنة ، کثیر الخطأ ، یکتب حدیثه "

وہ سچے (اور) سنت میں سخت تھے۔ بہت غلطیاں کرتے تھے، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۳۷۴)

☆ زکریا بن یحییٰ الساجی:

" صدوق ، کثیر الخطأ وله أوهام یطول ذکرها" (تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)

صاحب تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر) سے امام الساجی (متوفی ۳۰۷ھ کمافی لسان المیزان ۲/۴۸۸) تک سند موجود نہیں لہٰذا یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

☆ محمد بن نصر المروزی:

" المؤمل إذا انفرد بحدیث وجب أن یتوقف ویثبت فیه لأنه کان سئ

الحفظ كثير الخطأ " (تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)
یہ قول بھی بلا سند ہے اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
۲: یعقوب بن سفیان الفارسی:
" سُني شيخ جليل ، سمعت سليمان بن حرب يحسن الثناء عليه يقول : كان مشيختنا يعرفون له ويوصون به إلا أن حديثه لايشبه حديث أصحابه، حتى ربما قال : كان لا يسعه أن يحدث وقد يجب على أهل العلم أن يقفوا (عن) حديثه ويتخففوا من الرواية عنه فإنه منكر يروى المناكير عن ثقات شيوخنا وهذا أشد فلو كانت هذه المناكير عن ضعاف لكنا نجعل له عذراً "
جلیل القدر سنی شیخ تھے، میں نے سلیمان بن حرب کو ان کی تعریف کرتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے: ہمارے استادان (کے حق) کی پہچان رکھتے تھے اور ان کے پاس جانے کا حکم دیتے تھے۔ الا یہ کہ ان کی حدیث ان کے ساتھیوں کی حدیث سے مشابہ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض اوقات انھوں نے کہا: اس کے لئے حدیث بیان کرنا جائز نہیں تھا، اہلِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے توقف کریں اور اس سے روایتیں کم لیں کیونکہ وہ ہمارے ثقہ استادوں سے منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ شدید ترین بات ہے، اگر یہ منکر روایتیں ضعیف لوگوں سے ہوتیں تو ہم انھیں معذور سمجھتے۔ (کتاب المعرفة والتاریخ ۳/۵۲)
اگر یہ طویل جرح سلیمان بن حرب کی ہے تو یعقوب الفارسی مؤمل کے موثقین میں سے ہیں اور اگر یہ جرح یعقوب کی ہے تو سلیمان بن حرب مؤمل کے موثقین میں سے ہیں۔
یہ جرح جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ ابوزرعہ الرازی: " في حديثه خطأ كثير " (میزان الاعتدال ۴/۲۲۸ ت ۸۹۴۹)
یہ قول بھی بلا سند ہے۔

☆ البخاری: " منكر الحديث "

(تہذیب الکمال ۱۸/۵۲۶، میزان الاعتدال ۴/۲۲۸، تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)

تینوں مُحَوّلہ کتابوں میں یہ قول بلا سند و بلا حوالہ درج ہے جبکہ اس کے برعکس امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۴۹ ت ۲۱۰۷) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں مؤمل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مؤمل کی روایتیں موجود ہیں۔ (دیکھئے ح ۲۷۰۰، ۷۰۸۳ مع فتح الباری)

حافظ مزی فرماتے ہیں: "استشهد به البخاري"

ان سے بخاری نے بطورِ استشہاد روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

"بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة"

بلکہ انھوں (بخاری) نے کئی جگہ اس سے بطورِ استشہاد روایت لی ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہیں۔ (شروط الائمۃ الستہ ص ۱۸)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہیں نہ کہ منکر الحدیث!!

۳: ابن سعد: "ثقة كثير الغلط" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/ ۵۰۱)

٤: دارقطنی: "صدوق كثير الخطأ" (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

یہ قول امام دارقطنی کی توثیق سے متعارض ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام دارقطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں مؤمل کا تذکرہ موجود نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔

☆ عبدالباقی بن قانع البغدادی: "صالح يخطئ" (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱)

یہ قول بلا سند ہے اور خود عبدالباقی بن قانع پر اختلاط کا الزام ہے۔ بعض نے توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۵۳۲، ۵۳۳)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی: "صدوق سيئ الحفظ" (تقریب التہذیب: ۷۰۲۹)

٦: احمد بن حنبل: "مؤمل كان يخطئ"

(سوالات المروذی: ۵۳ و موسوعۃ اقوال الامام احمد ۳/ ۳۶۹)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ثقہ راویوں کو بھی (بعض اوقات) خطا لگ جاتی ہے لہٰذا ایسا راوی اگر موثق عند الجمہور ہو تو اس کی ثابت شدہ خطا کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی روایتوں میں وہ حسن الحدیث، صحیح الحدیث ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۷۵)

۷: ابن الترکمانی الحنفی والی جرح "قیل" کی وجہ سے مردود ہے۔

دیکھئے الجوہر النقی (۲/۳۰)

اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت یا مروی ہے:

۱: یحیٰی بن معین: " ثقة " (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۲۳۵ والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۷۴)

کتاب الجرح والتعدیل میں امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے لکھا ہے کہ

"أنا يعقوب بن إسحاق فيما كتب إلي قال :نا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين :أيّ شيٍّ حال المؤمل في سفيان؟ فقال :هو ثقة ، قلت :هو أحب إليك أو عبيدالله؟ فلم يفضل أحدًا على الآخر"(۸/۳۷۴)

یعقوب بن اسحاق الہروی کا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام میں ہے۔

(۸۴/۲۵ وفیات سنۃ ۳۳۴ھ)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

" أبو الفضل الهروي الحافظ ، سمع عثمان بن سعيد الدارمي ومن بعده وصنف جزءًا في الرد على اللفظية ، روى عنه عبدالرحمٰن ابن أبي حاتم بالإجازة وهو أكبر منه ، وأهل بلده" (تاریخ الاسلام ۸۴/۲۵)

ابن رجب الحنبلی نے شرح علل الترمذی میں یہ قول عثمان بن سعید الدارمی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے ۲/۵۴۱ وفی نسخۃ اخریٰ ص ۳۸۴، ۳۸۵)

تنبیہ: سوالات عثمان بن سعید الدارمی کا مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔

۲: ابن حبان: ذكره في كتاب الثقات (۹/۱۸۷) وقال :" ربما أخطأ "

ایسا راوی ابن حبان کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتا، حافظ ابن حبان مؤمل کی حدیثیں اپنی صحیح ابن حبان میں لائے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۸ ص۲۵۳ ح۶۲۸۱)

ابن حبان نے کہا:

" أخبرنا أحمد بن علي بن المثنٰى قال :حدثنا أبو عبيدة بن فضيل ابن عياض قال :حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال :حدثنا سفيان قال:حدثنا علقمة بن يزيد ....." إلخ (الاحسان ۲۷۴/۹ ح۷۳۱۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام ابن حبان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں، حسن الحدیث راوی پر " ربما أخطأ " والی جرح کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳: امام بخاری: " استشهد به في صحيحه "

امام بخاری سے منسوب جرح کے تحت یہ گزر چکا ہے کہ امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل سے اپنی صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہیں۔

٤: سلیمان بن حرب: "يحسن الثناء عليه"

یعقوب بن سفیان الفارسی کی جرح کے تحت اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

☆ اسحاق بن راہویہ: "ثقة" (تہذیب التہذیب: ۳۸۱/۱۰)
الجامع للخطیب (۹۳۹، دوسرا نسخہ ۹۴۶ وسندہ صحیح) والحمدللہ

۵: ترمذی: صحح له (۴۱۵، ۶۷۲، ۱۹۴۸) وحسن له (۲۱۴۶، [۳۲۶۶])

تنبیہ: بریکٹ [ ] کے بغیر والی روایتیں مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہیں۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ ترمذی کے نزدیک مؤمل صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔

٦: ابن خزیمہ: " صحح له " (مثلاً دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱ ح۴۷۹)

مؤمل عن سفیان الثوری، امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

۷: الدارقطنی: صحح له في سننه (۱۸۶/۲ ح۲۲۶۱)

دارقطنی نے "مؤمل :ثنا سفيان" کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ "إسناده صحيح"

یعنی وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث عن سفیان (الثوری) ہیں۔

۸: الحاکم : صحح له فی المستدرك علی شرط الشیخین ووافقه الذهبي (۳۸۴/۱ ح ۱۴۱۸)

یہ روایت مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہے لہٰذا مؤمل مذکور حاکم اور ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

۹: حافظ ذہبی: کان من ثقات [البصريين] (العبر فی خبر من غبر ۲۷۴/۱ وفیات ۲۰۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۰: احمد بن حنبل: " روی عنه "

امام احمد بن حنبل مؤمل سے اپنی المسند میں روایت بیان کرتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے (۱۶/۱ ح ۹۷ وشیوخ احمد فی مقدمۃ مسند الامام احمد ۴۹/۱)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: " وكذا شيوخ أحمد كلهم ثقات"

اور اسی طرح احمد کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۳، اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۲۱۸)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "روى عنه أحمد وشيوخه ثقات"

اس سے احمد نے روایت لی ہے اور ان کے استاد ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸۰/۱)

یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثنا کے ساتھ امام احمد کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

۱۱: علی بن المدینی : روىٰ عنه كما في تهذيب الكمال (۵۲۶/۱۸) وتهذيب التهذيب (۳۸۰/۱۰) وغيرهما وانظر الجرح والتعديل (۳۷۴/۸)

ابوالعرب القیروانی سے منقول ہے:

إن أحمد وعلي بن المديني لا يرويان إلا عن مقبول ۔ (تہذیب التہذیب ۱۱۴/۹ ت ۱۵۵)

یقیناً احمد اور علی بن المدینی (عام طور پر) صرف مقبول (راوی) سے ہی روایت کرتے ہیں۔

۱۲: ابن کثیر الدمشقی: قال في حديث "مؤمل عن سفيان (الثوري) " إلخ:

"وهذا إسناد جيد" (تفسیر ابن کثیر ۴/۴۲۳ سورۃ المعارج) وكذلك جوّ دله في مسند الفاروق (۱/ ۳٦٧)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور حافظ ابن کثیر کے نزدیک جید الحدیث یعنی ثقہ وصدوق ہیں۔

۱۴: الضیاء المقدسی: أورد حديثه في المختارة (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل حافظ ضیاء کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

☆ امام ابوداود:

قال أبو عبيد الآجري :سألت أباداود عن مؤمل بن إسماعيل فعظمه ورفع من شأنه إلاأنه يهم في الشئي. (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوداود سے مروی قول کے مطابق ان کے نزدیک مؤمل حسن الحدیث ہیں لیکن ابوعبید الآجری کی توثیق معلوم نہیں لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

۱۵: حافظ الہیثمی: " ثقة وفيه ضعف " (مجمع الزوائد ۸/ ۱۸۳)

یعنی حافظ ہیثمی کے نزدیک مؤمل حسن الحدیث ہیں۔

۱٦: امام النسائی: " روى له في سننه المجتبى " (۴۰۹۷، ۴۵۸۹، السلفیہ)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے کہا:" وكذا كل من حدث عنه النسائي فهو ثقة "

(قواعد علوم الحدیث ص ۲۲۲)

یعنی السنن الصغریٰ کے جس راوی پر امام نسائی جرح نہ کریں وہ (عام طور پر) ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔

۱۷: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (ص ۲۳۲ ت ۱۴۱٦)

۱۸: الاسماعیلی:

" روى له في مستخرجه (على صحيح البخاري)" (انظر فتح الباری ۱۳/ ۳۳ تحت ح ۷۰۸۳)

☆ ابن حجر العسقلانی:

" ذكر حديث ابن خزيمة (وفيه مؤمل بن إسماعيل) في فتح الباري

(۲/۲۲۴ تحت ح ۲۴۰۷) ولم يتكلم فيه"

ظفر احمد تھانوی نے کہا:

" ما ذكره الحافظ من الأحاديث الزائدة في فتح الباري فهو صحيح عنده أو حسن عنده كما صرح به في مقدمته ......" (قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۹)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے بقول حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤمل مذکور صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں گویا انھوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ و صدوق یا صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہیں لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ جارحین میں سے امام بخاری وغیرہ کی جرح ثابت ہی نہیں ہے۔

امام ترمذی اور جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل اگر سفیان ثوری سے روایت کریں تو ثقہ و صحیح الحدیث ہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کا قول:

" في حديثه عن الثوري ضعف" (فتح الباری ۹/۲۳۹ تحت ح ۵۱۷۲)

جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مؤمل عن سفیان: صحیح الحدیث ہیں تو بعض محدثین کی جرح کو غیر سفیان پر محمول کیا جائے گا۔ آخر میں بطور خلاصہ فیصلہ کن نتیجہ یہ ہے:

مؤمل عن سفیان الثوری: صحیح الحدیث اور عن غیر سفیان الثوری: حسن الحدیث ہیں۔ والحمد للہ

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب نے مؤمل عن سفیان کی ایک سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

" رجاله ثقات" اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۳۲ تحت ح ۸۶۵)

نیز تھانوی صاحب مؤمل کی ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" فالسند حسن" پس سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن ۳/۱۱۸ تحت ح ۸۵۰)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک بھی مؤمل ثقہ ہیں۔

کل جارحین = ۷

کل معدلین = ۱۸ (دیکھئے ص ۴۲۷)

زمانۂ تدوین حدیث کے محدثین کرام نے ضعیف و مجروح راویوں پر کتابیں لکھی ہیں، مثلاً:

۱: كتاب الضعفاء للإمام البخاري

۲: كتاب الضعفاء للإمام النسائي

۳: كتاب الضعفاء للإمام أبي زرعة الرازي

۴: كتاب الضعفاء لإبن شاهين

۵: كتاب المجروحين لإبن حبان

۶: كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي

۷: كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني

۸: الكامل لإبن عدي الجرجاني

۹: أحوال الرجال للجوزجاني

یہ سب کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں (والحمدللہ) اور ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کا تذکرہ نہیں ہے۔ گویا ان مذکورین کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے یا سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (ج ۳ ص ۱۳۱، ۱۳۲) میں بھی مؤمل بن اسماعیل کا ذکر تک نہیں کیا!!

☆ موجودہ زمانے میں بعض دیوبندی و بریلوی حضرات مؤمل بن اسماعیل المکی پر جرح کرتے ہیں اور امام بخاری سے منسوب غلط اور غیر ثابت جرح "منكر الحديث" کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث میں مؤمل کا ذکر آ گیا ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹، والطحاوی فی احکام القرآن ۱/۱۸۶ ح ۳۲۹ مؤمل: نا سفیان (الثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر]

اس سند میں عاصم بن کلیب اور ان کے والد کلیب دونوں جمہور محدثین کے نزدیک

ثقہ وصدوق ہیں، سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

روایت مذکورہ کا قوی شاہد: مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزی (۲۸۳/۱ ح ۴۷۷) وفی نسخۃ اخریٰ (۳۳۸/۱ ح ۴۳۴) میں "یحییٰ بن سعید (القطان) عن سفیان (الثوري) :حدثني سماك (بن حرب) عن قبیصه بن هلب عن أبیه" کی سند سے موجود ہے۔

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ ہیں، سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر دی ہے، قبیصہ بن ہلب کے بارے میں درج ذیل تحقیق میسر ہے:

حافظ مزی نے بغیر کسی سند کے علی بن المدینی اور نسائی سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا:

"مجهول" (تہذیب الکمال ۲۲۱/۱۵)

یہ کلام کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: بلا سند ہے۔

۲: علی بن المدینی کی کتاب العلل اور نسائی کی کتاب الضعفاء میں یہ کلام موجود نہیں ہے۔

۳: جس راوی کی توثیق ثابت ہو جائے اس پر مجہول، لایعرف وغیرہ کا کلام مردود ہوتا ہے۔

۴: یہ کلام جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

قبیصہ بن ہلب کی توثیق درج ذیل ہے:

(۱) امام معتدل العجلی نے کہا: "کو في تابعي ثقة" (تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۳۱۹/۵)

(۳) ترمذی نے ان کی بیان کردہ ایک حدیث کو "حسن" کہا (ح ۲۵۲)

(۴) بغوی نے ان کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (شرح السنۃ ۳۱/۳ ح ۵۷۰)

(۵) نووی نے ان کی ایک حدیث کو "باسناد صحیح" کہا۔

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۹۰ سطر ۱۵)

(۶) ابن عبدالبر نے اس کی ایک حدیث کو "حدیث صحیح" کہا :

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المطبوع مع الاصابۃ ج ۳ ص ۶۱۵)

ان چھ (۶) محدثین کے مقابلے میں کسی ایک محدث سے صراحتاً قبیصہ بن ہلب پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے، حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ راوی متابعت کی صورت میں "مقبول" ہیں (تقریب التہذیب: ۵۵۱۶) ورنہ ان کے نزدیک وہ لین الحدیث ہے۔ مؤمل عن سفیان ثوری الخ والی روایت کی صورت میں قبیصہ مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک مقبول (مقبول الحدیث) ہیں۔ فتح الباری کے سکوت (۲/۲۲۴) کی روشنی میں دیوبندیوں کے نزدیک یہ راوی حافظ ابن حجر کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔ نیز دیکھئے تعدیل نمبر: ۲۰

حافظ ابن حجر کے کلام پر یہ بحث بطورِ الزام ذکر کی گئی ہے ورنہ قبیصہ مذکور بذاتِ خود حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

....

مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کے مزید حوالے:

۱۹: اسحاق بن راہویہ (دیکھئے ص ۴۲۱)

۲۰: ابوعوانہ (روی لہ فی المستخرج ۲/۱۴۳ ح ۲۲۹۳)

۲۱: البغوی (شرح السنہ ۱/۴۴۳ ح ۲۲۸ وقال فی حدیثہ: "ھذا حدیث حسن")

۲۲: ابن القطان الفاسی (قال: "رجل معروف صدوق/ بیان الوہم والایہام ۵/۸۴ ح ۲۳۲۷) وحسن حدیثہ (نصب الرایہ ۳/۱۸۰)

۲۳: ابن الملقن (قال: "صدوق وقد تکلم فیہ خ" / البدر المنیر ۴/۶۵۲)

۲۴: بوصیری

(قال فی حدیثہ: "ھذا اسناد حسن" / اتحاف الخیرۃ المھرۃ ۸/۲۷۴ ح ۸۴۲۵)

جدول: مؤمل بن اسماعیل

تعدیل کرنے والے	تعدیل
۱: یحییٰ بن معین	ثقة (تاریخ ابن معین: ۲۳۵)
۲: الضیاء المقدسی	أورد حديثه في المختارة (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)
۳: ابن حبان	ذكره في الثقات وقال: ربما أخطأ (۹/۱۸۷)
۴: احمد	روى عنه (دیکھئے مجمع الزوائد ۱/۸۰)
۵: ابن شاہین	ذكره في كتاب الثقات (۱۴۱۶)
۶: الدارقطنی	صحح له في سننه (۲/۱۸۶ ح ۲۲۶۱)
۷: سلیمان بن حرب	يحسن الثناء عليه (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)
۸: الحاکم	صحح له في المستدرك (۱/۳۸۴)
۹: الذہبی	كان من ثقات البصريين (العبر ۱/۳۵۰)
۱۰: الترمذی	صحح له في سننه (۶۷۲)
۱۱: ابن کثیر	قواه في تفسيره (۴/۲۲۳)
۱۲: الہیثمی	ثقة وفيه ضعف، المجمع (۸/۱۸۳)
۱۳: ابن خزیمہ	أخرج عنه، في صحيحه (۱/۲۴۳ ح ۴۷۹)
۱۴: البخاری	أخرج عنه تعليقاً في صحيحه (دیکھئے ح ۲۷۰۰)

وغیرہم۔

جرح کرنے والے	جرح
۱: ابوحاتم	صدوق شديد في السنة كثير الخطأ يكتب حديثه (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۳۷۴)

☆ ابوزرعہ الرازی — في حديثه خطأ كثير (یہ قول ابوزرعہ سے ثابت نہیں ہے)

۲: یعقوب بن سفیان — یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا ......

(المعرفۃ والتاریخ ۵۲/۳)

☆ الساجی — صدوق كثير الخطأ وله أوهام (یہ قول ثابت نہیں ہے)

۳: ابن سعد — ثقة كثير الغلط (طبقات ابن سعد ۵۰۱/۵)

☆ ابن قانع — صالح يخطئ (یہ قول ثابت نہیں ہے۔)

۴: الدارقطنی — صدوق كثير الخطأ (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

☆ محمد بن نصر المروزی — سيئ الحفظ كثير الغلط (یہ قول ثابت نہیں ہے۔)

۵: ابن حجر — صدوق سيئ الحفظ (تقریب التہذیب: ۷۰۲۹)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین کی اکثریت کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ یا حسن الحدیث ہیں اور ثقہ عدد کثیر کی بات عدد قلیل پر حجت ہے۔

[مؤمل بن اسماعیل پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے ص ۱۹ تا ۲۹]

تنبیہ: حافظ مزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مؤمل مذکور کے بارے میں کہا: "منکر الحدیث" امام بخاری کی یہ جرح ہمیں اُن کی کسی کتاب میں نہیں ملی، التاریخ الکبیر (۴۹/۸) میں بخاری مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ لائے ہیں مگر اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ظفر احمد تھانوی صاحب ایک قاعدہ بتاتے ہیں کہ " كل من ذكره البخاري في "تواريخه" ولم يطعن فيه فهو ثقة " ہر وہ شخص جس کو (امام) بخاری اپنی تواریخ میں بغیر طعن کے ذکر کریں تو وہ (دیوبندیوں کے نزدیک) ثقہ ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳)

اس بات سے قطع نظر کہ یہ اصول اصلاً باطل ہے، تھانوی صاحب کے نزدیک امام بخاری کی رائے میں مؤمل بن اسماعیل ثقہ ہے، واللہ اعلم۔ امام بخاری نے مؤمل بن سعید الرحبی کو ذکر کر کے "منکر الحدیث" کہا ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۸ ص ۴۹)

مؤمل بن سعید پر بخاری کی جرح حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ذکر تک نہیں کی۔

(مثلاً ملاحظہ ہو لسان المیزان ج ٦ ص ١٦١)

بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کا ذکر ''الضعفاء'' میں نہیں کیا۔

متقدمین ومتاخرین جنھوں نے ضعفاء کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابن عدی، ابن حبان، عقیلی اور ابن الجوزی وغیرہم، انھوں نے مؤمل بن اسماعیل پر بخاری کی یہ جرح نقل نہیں کی لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ مزی کو اس کے انتساب میں وہم ہوا ہے، ذہبی اور ابن حجر نے اس وہم میں ان کی اتباع کی ہے، اس کی دیگر مثالیں بھی ہیں، مثلاً ملاحظہ کریں العلاء بن الحارث۔

(میزان الاعتدال ج ٣ ص ٩٨ مع حاشیہ)

تطبیق وتوفیق

جارحین کی جرح عام ہے اور معدلین کی تعدیل میں تخصیص موجود ہے، یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ٨/٣٧٤ شرح علل الترمذی لابن رجب ص ٣٨٤، ٣٨٥)

مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم، ذہبی، ترمذی اور ابن کثیر نے صحیح وقوی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ص ٣٢، ٣٣)

متقدمین میں سے کسی امام نے بھی مؤمل کو سفیان الثوری کی روایت میں ضعیف نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ ثوری سے روایت میں ثقہ ہیں۔ اسی لئے ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بھی اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے اعلاء السنن ج ٣ ص ١٠٨)

اس طرح جارحین ومعدلین کے اقوال میں تطبیق وتوفیق ہو جاتی ہے اور تعارض باقی نہیں رہتا۔

دیوبندیہ کا ایک عجیب اصول

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

" إن الراوي إذا كان مختلفاً فيه فهو حسن الحديث وحديثه حسن "

اگر راوی مختلف فیہ ہو تو وہ حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۷۷، نیز ملاحظہ فرمائیں اعلاء السنن ۲/۲۰۶)

تھانوی صاحب کے اس قول سے معلوم ہوا کہ مؤمل حسن الحدیث ہے اور اس کی حدیث حسن ہے کیونکہ وہ مختلف فیہ ہے!

اگر کوئی کہے کہ مؤمل اس روایت میں تنہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

۱: سفیان ثوری سے روایت میں ثقہ ہے لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

۲: اس کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے خلاف نہیں ہے۔

۳: حافظ ابن قیم نے اس کی حدیث کو "ترك السنة الصحيحة الصريحة" کی مثال میں ذکر کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۲/۴۰۰)

۴: بہت سی احادیث اس کی شاہد ہیں مثلاً حدیث سابق وحدیث لاحق۔

۵: یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان الثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، اسے حسن لذاتہ حدیث کی تائید میں بطورِ شاہد پیش کیا گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ "الحدیث" حضرو جلد اول شمارہ ۱ ص ۲۶

شاہد نمبر ۲:

قال أبو داود في سننه:

" حدثنا أبو توبة: ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن ثور عن سليمان بن موسٰى عن طاؤس قال: كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنٰى على يده اليسرٰى ثم يشد بهما على صدره وهو في الصلاة "

طاؤس تابعی سے (مرسل) روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔

(سنن ابی داود مع بذل المجہود ۴/۴۸۲ ح ۷۵۹)

سند کی تحقیق: اس روایت کے راویوں کی تحقیق اگلے صفحے پر پیشِ خدمت ہے:

ابوتوبہ الربیع بن نافع الحلبی

ثقة حجة عابد (تقریب التہذیب:۱۹۰۲)

یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ بالاتفاق ہیں۔

الہیثم بن حمید

صدوق رمي بالقدر (تقریب التہذیب:۷۳۶۲)

جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔

① دحیم: أعلم الأولین و الآخرین بمکحول (المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۹۵ وسندہ صحیح)

② احمد بن حنبل: ما علمت إلا خیراً (الجرح والتعدیل ۹/۸۲ وسندہ صحیح)

③ یحییٰ بن معین: لا بأس به (الجرح والتعدیل ۹/۸۲ وسندہ صحیح)

④ دارقطنی: ثقة (سنن دارقطنی ۱/۳۱۹ ح ۱۲۰۴ قال: "کلھم ثقات" وفیھم الہیثم بن حمید)

⑤ ابن شاہین: ذکره في کتاب الثقات (۱۵۴۹)

⑥ ابن حبان: ذکره في کتاب الثقات (۹/۲۳۵)

⑦ ابوزرعہ الدمشقی: أعلم أهل دمشق لحدیث مکحول و أجمعه لأصحابه: الهیثم بن حمید و یحیی بن حمزة (تاریخ ابی زرعہ:۹۰۲)

⑧ الذہبی: "الفقیة الحافظ" (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۸۵)

میزان الاعتدال میں ذہبی نے لکھا ہے "صح" یعنی یہ راوی ثقہ ہے (۴/۳۲۱) حافظ ذہبی نے "معرفة الرواة المتکلم فیهم بما یوجب الرد" میں کہا: "صدوق" (ص ۱۸۷)

⑨ بیہقی: بیہقی نے اس کی حدیث کے بعد کہا:

"وهذا إسناد صحیح ورواته ثقات" (کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ۶۴)

⑩ ابن حجر: صدوق رمي بالقدر (تقریب التہذیب:۷۳۶۲)

محمد بن مہاجر ہیثم بن حمید کو طلبِ علم کے ساتھ پہچانتے تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ: ۹۰۱ وسندہ صحیح)

اس تعدیل کے مقابلے میں صرف ابومسہر کا قول ہے کہ "کان ضعیفاً قدریاً" یہ قول جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نتیجہ: ہیثم بن حمید ثقہ وصدوق ہے۔

ثور بن یزید بن زیاد الکلاعی ابوخالد الحمصی

انھیں ابن سعد (طبقات ابن سعد ۷/ ۴۶۷ وقال: وکان ثقۃ فی الحدیث) محمد بن اسحاق بن یسار (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۴۶۹ وسندہ صحیح) دحیم (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۳۸۶ وسندہ صحیح) احمد بن صالح (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۳۸۶ وسندہ صحیح) یحییٰ بن معین (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۴۶۹ وسندہ صحیح) یحییٰ بن سعید القطان (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۴۶۹ وقال: لیس فی نفسی منہ شئ، وسندہ صحیح)، محمد بن عوف الطائی (الکامل لابن عدی ۲/ ۵۲۹، دوسرا نسخہ ۲/ ۳۱۰ وسندہ حسن) نسائی، ابوداود اور العجلی (التاریخ: ۲۰۰ وقال: شامی ثقۃ وکان یری القدر) نے ثقہ قرار دیا۔ ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں ان کا ذکر کیا۔ ساجی اور ابوحاتم نے کہا: صدوق۔ ابن عدی نے کہا:

"ھو مستقیم الحدیث صالح فی الشامیین" (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰، ۳۲ ملخصاً)

وہ قدری تھا اس وجہ سے بعض نے اس پر جرح کی ہے ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال ۱/ ۳۷۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے بذل المجہود میں کہا: "وثقہ کثیرون...."

بہت (سے لوگوں) نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (بذل المجہود ۴/ ۴۸۲)

ثور کا قدری ہونے سے رجوع حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے لہٰذا اُن پر قدری ہونے کا الزام صحیح نہیں ہے۔ (اور یہ صحیح بخاری کے راوی ہیں)

خلاصۃ التحقیق: ثور ثقہ وصحیح الحدیث ہیں۔

سلیمان بن موسیٰ الاموی الدمشقی الاشدق

	تعدیل کرنے والے	تعدیل
۱:	سعید بن عبدالعزیز	كان أعلم أهل الشام بعد مكحول
۲:	دحیم	أوثق أصحاب مكحول سليمان بن موسى (الجرح والتعدیل ۴/۱۴۱ و سندہ صحیح)
۳:	ابن معین	ثقة (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶، ۳۶۰)
۴:	ابن عدی	وهو عندي ثبت صدوق (الکامل ۳/۱۱۱۹)
۵:	الدارقطنی	من الثقات الحفاظ (کتاب العلل ج ۵ ورقہ ۱۱۰، موسوعۃ اقوال الدارقطنی ۱/۳۰۳)
۶:	عطاء بن ابی رباح	أثنى عليه (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۰۵ و سندہ صحیح)
۷:	ہشام بن عمار	أرفع أصحاب مكحول سليمان بن موسى (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۹۶ و سندہ صحیح)
۸:	ابن سعد	كان ثقة، أثنى عليه ابن جريج (طبقات ابن سعد ۷/۴۵۷)
۹:	الزہری	أثنى عليه (مسند احمد ۶/۴۷ ح ۲۴۲۰۵ و سندہ صحیح)
۱۰:	ابن حبان	ذكره في الثقات وقال: كان فقيهًا ورعًا (کتاب الثقات ۶/۳۷۹، ۳۸۰)
۱۱:	ابن المدینی	من كبار أصحاب مكحول وكان خولط قبل موته بيسير (یہ قول باسند صحیح نہیں ملا)
۱۲:	الذہبی	الإمام الكبير مفتي دمشق (سیر اعلام النبلاء ۵/۴۳۳)

۱۳: ابن حجر صدوق فقيه في حديثه بعض لين وخولط قبل موته بقليل (تقریب التہذیب:۲۶۱۶)

۱۴: حاکم صحح له (المستدرک ۲/۱۶۸ ح ۲۷۰۶)

جرح کرنے والے جرح

۱: البخاری عنده مناكير (الضعفاء للبخاری:۱۴۸)

وقال :منكر الحديث أنا لا أروي عنه شيئاً

۲: ابوحاتم محله الصدق وفي حديثه بعض الإضطراب

۳: النسائی أحد الفقهاء ليس بالقوي في الحديث (الضعفاء:۲۵۲)

۴: ابوزرعہ الرازی ذكره في الضعفاء (۲/۶۲۲)

۵: العقیلی ذكره في الضعفاء (۲/۱۴۰)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ''وثقه الجمهور'' (خزائن السنن ۲/۸۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سلیمان جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں (یاد رہے کہ وہ صحیح مسلم کے راوی ہیں) لہٰذا اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ کی وجہ سے'' لین ''(کمزوری) نہیں ہے۔

'' خولط بيسير قبل موته '' ثابت بھی نہیں اور یہاں غیر مضر ہے۔ واللہ اعلم

ابوداود نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے لہٰذا تھانوی صاحب کے اصول کے مطابق یہ روایت صالح ہے، شیخ البانی نے اس روایت کے بارے میں کہا:

'' رواه أبو داود (۷۵۹) بإسناد صحيح عنه '' (ارواء الغلیل ۲/۸۱۵)

تنبیہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

طاؤس: ثقة فقيه فاضل (التقریب:۳۰۰۹)

یہ کتبِ ستہ کے راوی اور طبقۂ ثالثہ کے تابعی ہیں، ابن عباس وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

اگرچہ ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں مگر اس روایت کو دو وجہ سے پیش کیا گیا ہے۔

۱: فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے، ظفر احمد عثمانی صاحب نے کہا:

" قلت :والمرسل حجة عندنا " میں نے کہا: اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۸۲ بحث المرسل)

۲: یہ روایت حسن روایت کے شواہد میں ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸ بحث المرسل)

تنبیہ: السنن الکبریٰ للبیہقی (۳۰/۲) میں محمد بن حجر الحضرمی سے روایت ہے کہ

" حدثنا سعید بن عبدالجبار بن وائل بن حجر عن أبیه عن أمه عن وائل بن حجر قال: حضرتُ رسول الله ﷺ ...... ثم وضع یمینه علٰی یسراه علٰی صدره "

یہ روایت سخت ضعیف ہے: محمد بن حجر کی روایتیں منکر ہیں۔ ام عبدالجبار کی توثیق معلوم نہیں اور سعید بن عبدالجبار بھی مجروح ہے۔ (ملاحظہ ہو الجوہر النقی ۳۰/۲، اور میزان الاعتدال ۵۱۱/۳، ۱۴۷/۲)

محمد بن حجر اور سعید بن عبدالجبار، بقول ظفر احمد تھانوی صاحب مختلف فی التوثیق ہیں۔

(اعلاء السنن ۷۰/۱)

اور مختلف فیہ راوی تھانوی صاحب کے نزدیک حسن الحدیث ہوتا ہے۔ کما تقدم

ام عبدالجبار کی جہالت دیوبندیوں کو مضر نہیں ہے کیونکہ تھانوی صاحب فرماتے ہیں :

" والجهالة في القرون الثلاثة لا یضر عندنا "

پہلی تین صدیوں میں راوی کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ۱۶۱/۳)

خلاصۃ التحقیق

قبیصہ بن ہلب والی روایت بلحاظِ سند حسن لذاتہ ہے اور بلحاظِ شواہد صحیح لغیرہ ہے۔ اس تحقیق سے واضح اور ثابت ہوا کہ نماز میں مردوں اور عورتوں، سب کے لئے ہاتھ سینے پر باندھنا ہی سنت ہے۔ والله الموفق

آخر میں بعض دیوبندیوں کی ایک غلطی پر تنبیہ ضروری معلوم ہوتی ہے جسے علمی خیانت

اور تحریف کہنا زیادہ مناسب ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ حال ہی میں کراچی کے ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سے طبع ہوئی ہے اس میں ایک حدیث اس طرح درج ہے:

وضع یمینه علٰی شماله فی الصلوٰة تحت السرة (مصنف ۱/۳۹۰)

طبع کرنے والوں کا فرض تھا اور علمی امانت داری کا تقاضا تھا کہ وہ بتاتے کہ تحت السرة کے الفاظ انھیں کس نسخہ سے دریافت ہوئے ہیں تاکہ حدیث کے طالبِ علم اس نسخہ کے نسب نامہ پر نظر ڈال سکتے مگر انھوں نے ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳۸۶ھ حیدر آباد (الہند) میں طبع ہوا تھا، اس میں اس حدیث کا اختتام " علٰی شماله فی الصلوٰة " پر ہوا ہے، اور اس میں " تحت السرة " کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔

☆ مصنف کے قدیم نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں، علامہ محمد حیات سندھی کی گواہی عون المعبود (۲/۲۶۲) میں ثبت ہے کہ انھوں نے مصنف کے نسخہ میں الفاظ نہیں پائے۔

☆ استاذ محترم سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے مکتبہ عامرہ میں مصنف کا قلمی نسخہ بھی اس اضافے سے خالی ہے۔

انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

" فإني راجعت ثلاث نسخ للمصنف فما وجدته في واحدة منها "

پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرہ والی عبارت) نہیں ہے۔ (فیض الباری ۲/۲۶۷)

① یہ حدیث امام وکیع کے واسطے سے مسند احمد (۴/۳۱۶ ح ۱۸۸۴۶) شرح السنة (۳/۳۰ ح ۵۶۹) اور سنن دار قطنی (۱/۲۸۶ ح ۱۰۸۸) میں موجود ہے لیکن تحت السرة کے الفاظ کسی روایت میں موجود نہیں ہیں۔

② سنن نسائی (۲/۱۲۵، ۱۲۶ ح ۸۸۸) اور سنن دار قطنی (۱/۲۸۶ ح ۱۰۹۱) میں عبداللہ

بن مبارک نے وکیع کی متابعت کی ہے لیکن یہ الفاظ ان کی روایت میں بھی موجود نہیں ہیں۔

③ ابونعیم الفضل بن دکین نے یہی حدیث موسیٰ بن عمیر سے "تحت السرة" کے بغیر روایت کی ہے۔ دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ للفارسی (۱۲۱/۳) السنن الکبریٰ (۲۸/۲) المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۲۲ ح ۱) اور تہذیب الکمال للمزی (۴۹۹/۱۸)

④ اگر یہ حدیث اس مسئلہ میں موجود ہوتی تو متقدمینِ حنفیہ اس سے بے خبر نہ ہوتے جب کہ طحاوی، ابن ترکمانی اور ابن ہمام جیسے اساطین حنفیہ نے اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ نووی اور ابن حجر وغیرہما بھی اس کے متعلق خاموش ہیں۔

لہٰذا ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ (دیوبندیہ) کے کارپردازوں کو چاہئے کہ ہر جلد کے سرورق پر جہاں لکھتے ہیں کہ "یہ طبع ان ۴۹۰، ابواب پر مشتمل ہے جو ہندوستانی طبع میں رہ گئے تھے" اس نسخہ کی خصوصیت بھی بتائیں کہ "اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جو ابن ابی شیبہ کو معلوم ہی نہیں تھے بلکہ ہم (آلِ تقلید) نے ایجاد کئے ہیں۔" یہ الفاظ نویں صدی کے قاسم بن قطلو بغا حنفی (...) نے پہلی مرتبہ مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف غلط فہمی یا کذب بیانی کی وجہ سے منسوب کردیئے اور ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ (دیوبندیہ) نے طابع ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ الفاظ متن میں شامل کردیئے حالانکہ نیموی نے آثار السنن میں اس اضافہ کو غیر محفوظ قرار دیا تھا، لیکن انھوں نے "تمھیں بھی لے ڈوبیں گے" کے مصداق ابن خزیمہ کی روایت میں موجود "علی صدرہ" کے الفاظ کو بھی اس کی نظیر قرار دے دیا حالانکہ یہ الفاظ صحیح ابن خزیمہ کے تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ یہ روایت مسند بزار میں بھی "عند صدرہ" کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری ۱۷۸/۲)

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه ، آمين

(۱۲/ جون ۲۰۰۴ء)

نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب

سماک بن حرب کتب ستہ کے راوی اور اوساط تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان کی درج ذیل روایتیں ہیں:

صحیح البخاری: (ح ۶۷۲۲ قال: ''تابعہ یونس وسماک بن عطیۃ وسماک بن حرب.....'' الخ)

صحیح مسلم: (۲۲۴، ۴۳۶/۱۲۸، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۹۹، ۶۰۶، ۶۱۸، ۶۴۳ (۶۷۰) ۷۳۴، ۸۶۲، ۸۶۶، ۹۶۵، ۹۷۸، ۱۰۷۵/۱۷۳، ۱۳۸۵، ۱۵۰۴/۱۱ ۱۶۲۸/۶، ۱۶۵۱/۱۸، ۱۶۷۱/۱۳، ۱۶۸۰، (۱۶۹۲)، ۱۶۹۳، ۱۷۴۸، ۱۸۲۱/۶، ۱۸۴۶۷، ۱۹۲۲، ۱۹۸۴، ۲۰۵۳، ۲۱۳۵، ۲۲۲۸، ۲۲۷۷، ۲۳۰۵/۴۴، ۲۳۲۲، ۲۳۲۹، ۲۳۳۹، ۲۳۴۴، ۲۳۶۱، ۲۷۴۵، ۲۷۶۳/۴۲، ۴۳، ۲۹۱۹/۷۸، ۲۹۲۳، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸)

فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق یہ پینتالیس (۴۵) روایتیں ہیں۔ ان میں سے بعض روایتیں دو دو دفعہ ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں سماک کی پینتالیس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن النسائی میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں۔

اب سماک بن حرب پر جرح اور اس کی تحقیق پڑھ لیں:

جارحین اور ان کی جرح

☆ شعبہ: قال یحیی بن معین: ''سماك بن حرب ثقة وكان شعبة يضعفه'' ...إلخ (تاریخ بغداد ۲۱۵/۹ ت ۴۷۹۲)

ابن معین ۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: سفیان الثوری: ''كان يضعفه بعض الضعف''

امام العجلی (مولود ۱۸۲ھ متوفی ۲۶۱ھ) نے کہا:

"جائز الحديث ......وكان فصيحًا إلاأنه كان في حديث عكرمة ربما وصل عن ابن عباس......وكان سفيان الثوري يضعفه بعض الضعف"

(تاریخ الثقات:۶۲۱ و تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

سفیان الثوری ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے تھے لہٰذا یہ سند بھی منقطع ہے۔ اس کے برعکس شعبہ اور سفیان دونوں سے ثابت ہے کہ وہ سماک بن حرب سے روایتیں بیان کرتے تھے لہٰذا اگر یہ جرح ثابت بھی ہو تو العجلی کے قول کی روشنی میں اسے "سماك عن عكرمة عن ابن عباس" کی سند پر محمول کیا جائے گا۔ ابن عدی نے احمد بن الحسین الصوفی (؟) ثنا محمد بن خلف بن عبدالحمید کی سند کے ساتھ سفیان سے نقل کیا کہ سماک ضعیف ہے (الکامل ۳/۱۲۹۹) محمد بن خلف مذکور کے حالات نامعلوم ہیں لہٰذا یہ قول ثابت نہیں ہے۔

۲: احمد بن حنبل: "مضطرب الحديث" (الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹)

اس قول کے ایک راوی محمد بن حمویہ بن الحسن کی توثیق نامعلوم ہے لیکن کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب الفارسی (۲/۶۳۸) میں اس کا ایک شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی موجود ہے۔ کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۱/۱۵۴، رقم: ۷۷۵) میں امام احمد کے قول: "سماك يرفعهما عن عكرمة عن ابن عباس" سے معلوم ہوتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی جرح کا تعلق صرف "سماك عن عكرمة عن ابن عباس" کی سند سے ہے۔

نیز دیکھئے اقوال تعدیل: ۷

۳: محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی:

"يقولون إنه كان يغلط ويختلفون في حديثه" (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶ وسندہ صحیح)

اس میں یقولون کا فاعل نامعلوم ہے۔

☆ صالح بن محمد البغدادی: "يضعف" (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

اس قول کا راوی محمد بن علی المقرئ ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔ ابو مسلم عبدالرحمٰن

بن محمد بن عبداللہ بن مہران بن سلمہ الثقہ الصالح کے شاگردوں میں خطیب بغدادی کا استاد قاضی ابو العلاء الواسطی ہے (تاریخ بغداد ۲۹۹/۱۰) یہ ابو العلاء محمد بن علی (القاری) ہے۔ (تاریخ بغداد ۹۵/۳) المقرئ اور قاری (قرأ علیه القرآن بقراء ت جماعة) ایک ہی شخص کے مختلف القاب ہوتے ہیں، ابو العلاء المقرئ کے حالات (معرفة القراء الکبار للذہبی ۳۹۱/۱ ت ۳۲۸) وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ شخص مجروح ہے۔
دیکھئے میزان الاعتدال (۶۵۴/۳ ت ۷۹۷۱) وغیرہ لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

☆ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش: "في حديثه لين" (تاریخ بغداد ۶۱۲/۹)

ابن خراش کے شاگرد محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالاتِ توثیق مطلوب ہیں اور ابن خراش بذات خود جمہور کے نزدیک مجروح ہے، دیکھئے میزان الاعتدال (۶۰۰/۲ ت ۵۰۰۹)

٤: ابن حبان: ذکرہ فی الثقات (۳۳۹/۴) وقال:

"يخطئ كثيراً .... روى عنه الثوري وشعبة"

یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:

① اگر ابن حبان کے نزدیک سماک "يخطئ كثيراً" ہے تو ثقہ نہیں ہے لہٰذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کیوں کیا؟ اور اگر ثقہ ہے تو "يخطئ كثيراً" نہیں ہے۔
مشہور محدث شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ ایک راوی پر حافظ ابن حبان البستی کی جرح "كان يخطئ كثيراً" نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وهذا من أفراده وتنا قضه، إذ لو كان يخطئ كثيراً لم يكن ثقة"

یہ ان کی منفرد باتوں اور تناقضات میں سے ہے کیونکہ اگر وہ غلطیاں زیادہ کرتے تھے تو ثقہ نہیں تھے۔! (الضعیفۃ ۳۲۳/۲ ح ۹۳۰)

② حافظ ابن حبان نے خود اپنی صحیح میں سماک بن حرب سے بہت سی روایتیں لی ہیں، مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۱۴۳/۱ ح ۶۶ ص ۱۴۴ ح ۶۸، ۶۹) اور اتحاف المہرۃ (۶۳/۳، ۶۴، ۶۵)

لہٰذا ابن حبان کے نزدیک اس جرح کا تعلق حدیث سے نہیں ہے اسی لئے تو وہ سماک کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

④ حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب "مشاهير علماء الأمصار" میں سماک بن حرب کو ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی (ص ۱۱۰ ت ۸۴۰) یعنی خود ابن حبان کے نزدیک بھی ان پر جرح باطل ومردود ہے۔

۵: العقیلی: ذكره في كتاب الضعفاء الكبير (۱۷۸/۲، ۱۷۹)

٦: جریر بن عبدالحمید: انھوں نے سماک بن حرب کو دیکھا کہ وہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے لہٰذا جریر نے ان سے روایت ترک کر دی۔

(الضعفاء للعقیلی ۱۷۹/۲، والکامل لابن عدی ۱۲۹۹/۳)

یہ کوئی جرح نہیں کیونکہ موطأ امام مالک میں باسند صحیح ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ (۶۵/۱ ح ۱۴۰ بتحقیقی)

بریکٹ میں عذر کا اضافہ دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۷: النسائی: "ليس بالقوي و كان يقبل التلقين"

(السنن المجتبیٰ ۳۱۹/۸ ح ۵۶۸۰ بتحقیقی)

تہذیب التہذیب میں امام نسائی والا قول: "فإذا انفرد بأصل لم يكن حجة" تحفۃ الاشراف للمزی (۱۳۷/۵، ۱۳۸ ح ۶۱۰۴) میں مذکور ہے۔

☆ ابن المبارک: "سماك ضعيف في الحديث"

(تہذیب الکمال ۱۳۱/۸، تہذیب التہذیب ۲۰۴/۴)

یہ روایت بلا سند ہے۔ کامل ابن عدی (۱۲۹۹/۳) میں ضعیف سند کے ساتھ یہی جرح "عن ابن المبارك عن سفيان الثوري" مختصراً مروی ہے جیسا کہ نمبر ۱ کے تحت گزر چکا ہے۔

☆ البزار: "كان رجلاً مشهوراً لا أعلم أحداً تركه و كان قد تغير قبل موته"

(تہذیب التہذیب ۲۰۵/۴ بلاسند)

اس کا تعلق اختلاط سے ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے۔

☆ یعقوب بن شیبہ: ''وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من المتثبتين ومن سمع من سماك قديمًا مثل شعبة و سفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قال ابن المبارك إنما يرى أنه فيمن سمع منه بأخرة'' (تہذیب الکمال ۱۳۱/۸)

اس قول کا تعلق سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) اور اختلاط سے ہے، ابن المبارک کا قول باسند نہیں ملا اور باقی سب توثیق ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (دیکھئے اقوال تعدیل: ۲۷)

معدلین اور ان کی تعدیل

ان جارحین کی جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے تعدیل مروی ہے:

۱: مسلم: احتج به في صحيحه (دیکھئے میزان الاعتدال ۲۳۳/۲)

شروع میں سماک کی بہت سی روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہیں لہذا سماک مذکور امام مسلم کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔

۲: البخاری: شروع میں گزر چکا ہے کہ امام البخاری نے صحیح بخاری میں سماک سے روایت لی ہے (۶۷۲۲) حافظ ذہبی نے اجتناب بخاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وقد علق له البخاري استشهادًا به'' (سیر اعلام النبلاء ۲۴۸/۵)

اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل (اقوال جرح نمبر ۶) کے تحت گزر چکا ہے کہ امام بخاری جس راوی سے بطور استشہاد روایت کریں وہ (عام طور پر) امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ (دیکھئے ص ۲۱)

۳: شعبہ: ''روى عنه'' (صحیح مسلم: ۲۲۴)

شعبہ کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۴، ۵) وقواعد فی علوم الحدیث

للتھانوی الدیوبندی (ص ۲۱۷)

٤: سفیان الثوری: ''ما يسقط لسماك بن حرب حديث''
سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ حسن لذاتہ)
اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تہذیب التہذیب ۴/۲۰۵) عجیب وغریب ہے۔ یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں ہے۔

٥: یحییٰ بن معین: ''ثقة'' (الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹، وتاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ صحیح)

٦: ابوحاتم الرازی: ''صدوق ثقة'' (الجرح والتعدیل ۴/۲۸۰)

٧: احمد بن حنبل: ''سماك أصلح حديثًا من عبدالملك بن عمير''
(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹، ۲۸۰ وسندہ صحیح)

٨: ابواسحاق السبیعی: ''خذوا العلم من سماك بن حرب''
(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۵ وسندہ حسن)

٩: العجلی: ''جائز الحديث'' (دیکھئے اقوالِ جرح: ۱) ذكره في تاريخ الثقات

١٠: ابن عدی: ''وأحاديثه حسان عن من روى عنه وهو صدوق لابأس به''
(الکامل ۳/۱۳۰۰)

١١: ترمذی: انھوں نے سماک کی بہت سی حدیثوں کو ''حسن صحيح'' قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے ح ۶۵، ۲۰۲، ۲۲۷) بلکہ امام ترمذی نے سنن کا آغاز سماک کی حدیث سے کیا ہے۔ (ح۱)

١٢: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (۵۰۵)

١٣: الحاکم: صحح له في المستدرك (۱/۲۹۷)

١٤: الذہبی: صحح له في تلخيص المستدرك (۱/۲۹۷)

وقال الذہبی: ''صدوق جليل'' (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۴۹)

وقال: ''الحافظ الإمام الكبير'' (سیر اعلام النبلاء ۵/۲۴۵)

وقال: ''وكان من حملة الحجة ببلده'' (ایضاً ص ۲۴۶)

۱۵: ابن حبان: احتج به في صحيحه (دیکھئے اقوال الجرح: ۴/۲)

۱۶: ابن خزیمہ: صحح له في صحيحه (۸/۱ ح ۸)

۱۷: البغوی: قال: ''هذا حديث حسن'' (شرح السنۃ ۳۱/۳ ح ۵۷۰)

۱۸: نووی: حسن له فى المجموع شرح المهذب (۴۹۰/۳)

۱۹: ابن عبدالبر: صحح له فى الإستيعاب (۶۱۵/۳)

۲۰: ابن الجارود: ذكر حديثه في المنتقىٰ (ح ۲۵)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''وأورد هٰذا الحديث ابن الجارود فى المنتقىٰ فهو صحيح عنده''

(بوادر النوادر ص ۱۳۵ نویں حکمت حرمت سجدہ تحیہ)

۲۱: الضیاء المقدسی: احتج به في المختارة (۱۲/۱۱_ ۹۸ ح ۱_ ۱۱۵)

۲۲: المنذری: حسن له حديثه الذي رواه الترمذي (۲۶۵۷) برمزه ''عن''

(دیکھئے الترغیب والترہیب ۱۰۸/۱ ح ۱۵۰)

۲۳: ابن حجر العسقلانی: ''صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بآخره فكان ربما يلقن'' (تقریب التہذیب: ۲۶۲۴)

یعنی سماک بن حرب حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق (حسن الحدیث) ہیں اور جرح کا تعلق عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے ہے اختلاط کا جواب آگے آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۲۲۴/۲ تحت ح ۷۴۰)

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''ایسی روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے۔'' [لہٰذا یہ راوی ان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں۔]

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث: ص ۸۹)

۲۴: ابوعوانہ: احتج به في صحيحه المستخرج علىٰ صحيح مسلم (۲۴۴/۱)

۲۵: ابونعیم الاصبہانی: احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم (۲۸۹/۱، ۲۹۰ح ۵۳۵)

۲۶: ابن سید الناس: صحح حديثه في شرح الترمذي ، قاله شيخنا الإمام أبو محمد بديع الدين الراشدي السندي

(دیکھئے: نماز میں خشوع اور عاجزی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا ص ۱۰ ح ۳)

☆ یعقوب بن شیبہ: کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سفیان ثوری کی سماک سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب مذکور کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ بعض علماء نے اس جرح کو اختلاط پر محمول کیا ہے یعنی اختلاط سے پہلے والی روایتوں پر کوئی جرح نہیں ہے۔

اختلاط کی بحث

بعض علماء کے مطابق سماک بن حرب کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہوگئے تھے۔ تغیر بآخرہ، دیکھئے الکواکب النیرات لابن الکیال (ص ۴۵) اور الاغتباط بمن رمی بالاختلاط (ص ۱۵۹ ت ۴۸)

ابن الصلاح الشہرزوری نے کہا: ''واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجًا بروايته في الصحيحين أو أحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز و كان ماخوذًا عنه قبل الإختلاط والله أعلم''

(علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص ۴۶۶ نوع ۶۲)

یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطورِ حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں، یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم میں سماک بن حرب کے درج ذیل شاگرد ہیں:

۱: ابوعوانہ (۲۲۴) ۲: شعبہ (۲۲۴)

۳: زائدہ (۲۲۴) ۴: اسرائیل (۲۲۴)

۵: ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ (۴۳۶) ۶: ابوالاحوص (۴۳۶)

۷: عمر بن عبید الطنافسی (۴۹۹/۲۴۲)

۸: سفیان الثوری (۶۷۰، ۲۸۷) تحفۃ الاشراف للمزی (۲/۱۵۴ح ۲۱۶۴)

۹: زکریا بن ابی زائدہ (۶۷۰/ ۲۸۷) ۱۰: حسن بن صالح (۷۳۴)

۱۱: مالک بن مغول (۹۶۵) ۱۲: ابویونس حاتم بن ابی صغیرہ (۱۶۸۰)

۱۳: حماد بن سلمہ (۱۸۲۱/ ۷) ۱۴: ادریس بن یزید الاودی (۲۱۳۵)

۱۵: ابراہیم بن طہمان (۲۲۷۷) ۱۶: زیاد بن خیثمہ (۲۳۰۵/۴۴)

۱۷: اسباط بن نصر (۲۳۲۹)

معلوم ہوا کہ ان سب شاگردوں کی ان سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا "سفیان الثوري: حدثني سماك "والی روایت پر اختلاط کی جرح کرنا مردود ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ "علی صدره" کے الفاظ سماک بن حرب سے صرف سفیان ثوری نے نقل کئے ہیں اسے ابوالاحوص، شریک القاضی نے بیان نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ ہیں اور سماع کی تصریح کر رہے ہیں لہٰذا دوسرے راویوں کا "علی صدره" کے الفاظ ذکر نہ کرنا کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ عدم ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوا کرتا اور عدم مخالفت صریحہ کی صورت میں ثقہ وصدوق کی زیادت ہمیشہ مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس خاص روایت میں بتصریحات محدثین کرام وہم وخطا ثابت نہ ہو۔ نیموی حنفی نے بھی ایک ثقہ راوی (امام حمیدی) کی زیادت کو زبردست طور پر مقبول قرار دیا ہے، دیکھئے آثار السنن (ص ۱۷ ح ۳۶ حاشیہ: ۲۷)

موطأ امام مالک (۲/ ۹۸۵، ۹۸۶ح ۱۹۱۵) میں عبداللہ بن دینار عن أبي صالح السمان عن أبي هريرة قال : " إن الرجل ليتكلم با لكلمة..... " إلخ ایک قول ہے۔

امام مالک ثقہ حافظ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار :" صدوق یخطئ " (حسن الحدیث) نے یہی قول:
"عن عبداللّٰه بن دينار عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال :إن العبد ليتكلم بالكلمة ...."إلخ
مرفوعاً بیان کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ح ٦٤٧٨)
معلوم ہوا کہ مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں اور امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق کی زیادت معتبر ہوتی ہے۔ والحمدللہ

☆ بعض لوگ مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) کے الفاظ "يضع هذه على صدره " کے بارے میں تاویلات کے دفاتر کھول بیٹھتے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ مسند احمد والی روایت میں "يضع هذه على هذه على صدره" کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (التحقیق ۳۳۸/۱ ح ۴۳۴ ونسخہ اخری ۲۸۳/۱)
ابن عبدالہادی نے "التنقیح" میں بھی "يضع هذه على هذه على صدره" کے الفاظ لکھے ہیں (۲۸۴/۱) اس سے مؤولین کی تمام تاویلات ھباءً منثورا ہو جاتی ہیں اور "على صدره" کے الفاظ صحیح اور محفوظ ثابت ہو جاتے ہیں۔

☆ جب یہ ثابت ہے کہ ثقہ وصدوق کی زیادت صحیح وحسن اور معتبر ہوتی ہے تو وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی کا سفیان الثوری سے "على صدره" کے الفاظ بیان نہ کرنا چنداں مضر نہیں ہے کیونکہ یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ حافظ ہیں ان کا یہ الفاظ بیان کر دینا عاملین بالحدیث کے لئے کافی ہے۔

☆ یاد رہے کہ سفیان ثوری سے باسند صحیح وحسن ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔

☆ راوی اگر ثقہ یا صدوق ہو تو اس کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس روایت میں "في الصلوة" کی صراحت نہیں ہے۔ عرض ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ مسند احمد ہی میں اس روایت کے بعد دوسری روایت میں "في الصلوة " کی صراحت موجود ہے۔

(احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۴ من طریق سفیان عن سماک بن حرب)

تنبیہ (۱): سماک بن حرب (تابعی) رحمہ اللہ کے بارے میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ ان پر اختلاط والی جرح کا مفصل ومدلل جواب دے دیا گیا ہے کہ سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہما کی اُن سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا ان روایتوں پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ (۲): سماک بن حرب اگر عکرمہ سے روایت کریں تو یہ خاص سلسلۂ سند ضعیف ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۴۸/۵) وتقریب التہذیب (۲۶۲۴، أشار إلیہ) اگر وہ عکرمہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے، اختلاط سے پہلے روایت کریں تو وہ صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ (۳): محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے کہ ''اس کا ایک راوی یعنی سماک بن حرب ___ مدلس ہے اور یہ روایت اس نے عن سے کی ہے اور بالاتفاق محدثین مردود ہوتا ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ نیز دیکھئے ص ۱۲۹، ۱۳۴)

رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''سماک بن حرب مدلس ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا اور نہ کتبِ مدلسین میں سماک کا ذکر موجود ہے۔ یاد رہے کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۸/شعبان ۱۴۲۷ھ)

نماز میں ہاتھ، ناف سے نیچے یا سینے پر؟

[دیوبندی حلقے میں محمد تقی عثمانی بن مفتی محمد شفیع صاحب کا بڑا مقام ہے۔ بعض تقلیدی حضرات انھیں ''شیخ الاسلام'' بھی کہتے ہیں۔ تقی صاحب نے سنن ترمذی کی تدریس کے دوران میں جو کچھ املاء فرمایا ہے اسے رشید اشرف سیفی دیوبندی نے مرتب کر کے ''ترتیب و تحقیق'' کے ساتھ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے ''درسِ ترمذی'' کے نام سے طبع کرایا ہے۔ نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں؟
اس کے بارے میں درسِ ترمذی سے محمد تقی عثمانی صاحب کی تقریر مع حواشی اور اس پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:]

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں:

''دلائل احناف:

حنفیہ کی طرف سے سب سے پہلی دلیل حضرت وائل کی مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت ہے:
''قال رأیت النبي صلی اللہ علیه وسلم یضع یمینه علٰی شماله فی الصلٰوة تحت السرّة ''[1]

لیکن احقر کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اوّل تو اس لئے کہ اس روایت میں'' تحت السرّة '' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ[2] کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگرچہ علامہ نیمویؒ نے ''آثار السنن'' میں ''مصنف'' کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے، کہ اُن میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے، نیز حضرت وائل بن حجر کی یہ روایت مضطرب المتن ہے، کیونکہ بعض میں ''علٰی صدرہ''[3] بعض میں......

"عند صدره"(۴) اور بعض میں "تحت السرّة"(۵) کے الفاظ مروی ہیں، اور اس شدید اضطراب کی صورت میں کسی کو بھی اس سے استدلال نہ کرنا چاہئے۔

حنفیہ کا دوسرا استدلال سنن ابی داود کے بعض نسخوں میں حضرت علیؓ کے اثر سے ہے:(۶)

"إن من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوٰة تحت السرة"(۷) یہ روایت ابوداود کے ابن الاعرابی والے نسخے میں موجود ہے، کمافی بذل المجھود، نیز یہ مسند احمدؒ (ص ۱۱۰ ج ۱) اور بیہقیؒ (ص ۳۱ ج ۲) میں مروی ہے، اور اصول حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، اگرچہ اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر ہے، جو ضعیف ہے، لیکن چونکہ اس کی تائید صحابۂ کرامؓ وتابعینؒ کے آثار سے ہو رہی ہے، اس لئے اس سے استدلال صحیح اور درست ہے، چنانچہ حضرت ابو مجلزؒ، حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم کے آثار "الجوہر النقی"(۸) اور مصنف ابن ابی شیبہؒ(۹) وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں، یہ تمام آثار حنفیہ کی تائید کرتے ہیں۔

شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ روایات کے تعارض کے وقت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا تو وہ حنفیہ کی تائید کرتا ہے، کیونکہ ناف پر ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ لائق ہے، البتہ عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ اس میں ستر زیادہ ہے، واللہ اعلم،

حواشی:

۱۔ کمافی آثار السنن (ص ۶۹) باب فی وضع الیدین تحت السرّة ۱۲،

۲۔ (ج ۱ ص ۳۹۰) کتاب الصلوات، وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰة (طبع حیدرآباد، ہند)

۳۔ کمافی آثار السنن (ص ۶۴) باب فی وضع الیدین علی الصدر) نقلاً عن صحیح ابن خزیمہ، لکن قال النیموی "وفی اسناده نظر وزيادة "على صدره" غير محفوظة" مرتب عفی عنہ

۴۔ قال النیموی: اخرج ابن خزیمة فی ھذا الحدیث "علی صدرہ" والبزار "عند صدره" (آثار السنن،

ص ۶۵ طبع المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان) مرتب عفی عنہ

۵۔ کمافی اکثر نسخ مصنف ابن ابی شیبۃ قال النیموی، انظر آثار السنن (من ص ۶۹، الی ص ۷۱) ۱۲ مرتب عفی عنہ

۶۔ کما نقل البنوری فی معارف السنن (ج ۲ ص ۴۴۱، ۴۴۴)

۷۔ وایضاً اخرجہ، ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ (ج ۱ ص ۳۹۱) وضع الیمین علی الشمال، بہذہ الالفاظ عن علی قال ''من سنۃ الصلوٰۃ وضع الایدی علی الایدی تحت السرۃ'' ۱۲ مرتب عافاہ اللہ۔

۸۔ عن ابی ہریرۃ قال ''وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ'' وعن انس قال ''ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ'' ۱۲ ملخصاً من الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۳۱ و ۳۲) باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوٰۃ ۱۲ رشید اشرف عفا اللہ عنہ

۹۔ حدثنا یزید بن ہارون قال اخبرنا الحجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز اوسألتہ قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینہ علی ظاہر کف شمالہ ویجعلہا اسفل من السرۃ'' وعن ابراہیم قال ''یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ'' انظر مصنف ابن ابی شیبۃ (ج ۱ ص ۳۹۰ و ۳۹۱) وضع الیمین علی الشمال ۱۲ مرتب عفی عنہ''] انتہیٰ کلامہ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۲، ۲۳)

تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

نماز میں مَردوں کے لئے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے پر عصرِ حاضر میں آلِ تقلید کی طرف سے چند ''دلائل'' پیش کیے جاتے ہیں:

۱: مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر بحوالہ سنن ابی داود اور مسند احمد وغیرہما

۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر

۴: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر بحوالہ الجوہر النقی

۵: آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

۶: آثارِ تابعین

☆ ان مزعوم "دلائل" میں سے اول "دلیل" کے بارے میں محمد تقی عثمانی صاحب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ "اس روایت سے استدلال کمزور ہے۔"

عثمانی صاحب سے پہلے محمد بن علی النیموی التقلیدی نے طرح طرح کی قلابازیاں کھانے اور تقلیدی جمود کے باوجود مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کو

"فكانت غير محفوظة" "فيه اضطراب" اور "ضعيف من جهة المتن" قرار دیا ہے۔ (التعلیق علیٰ آثار السنن تحت ح ۳۳۰)

یعنی مصنف کی طرف منسوب یہ روایت نیموی صاحب کے نزدیک بھی غیر محفوظ، مضطرب اور بلحاظِ متن ضعیف ہے۔

تنبیہ: مصنف ابن ابی شیبہ کا قدیم ترین نسخہ ۶۴۸ھ (ساتویں صدی ہجری) کا لکھا ہوا ہے اور اس کا ناسخ (لکھنے والا) متقن (ثقہ) ہے اور یہ نسخہ اصل سے مقابلہ شدہ ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد عوامہ تقلیدی (ج ۱ ص ۳۸، ۳۹) اور ہفت روزہ الاعتصام لاہور (ج ۵۹ شمارہ: ۱ جنوری ۲۰۰۷ء) اس قدیم ترین قلمی نسخے میں بھی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث کے آخر میں "تحت السرة" کے الفاظ نہیں ہیں۔

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ "فإني راجعت ثلاث نسخ للمصنف فما وجدته في واحدة منها" پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرة والی عبارت) نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۷)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی ایک اصول بتاتے ہیں کہ جو عبارت بعض نسخوں میں ہو اور بعض میں نہ ہو وہ (دیوبندیوں کے نزدیک) مشکوک ہوتی ہے۔ دیکھئے بذل المجہود (ج ۴ ص ۱۷۴ تحت ح ۷۴۸) اسی بات کی طرف تقی عثمانی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے مضمون کے شروع والا صفحہ۔

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر کے راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کو نیموی نے بھی "ضعیف" لکھا ہے۔ (حاشیہ آثار السنن تحت ح ۳۳۰)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر ابن الترکمانی حنفی کی کتاب "الجوہر النقی" میں بے سند مذکور ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ و سنن ابی داود (۷۵۸) وغیرہما میں اس اثر کی سند کا بنیادی راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہی ہے جسے تقی عثمانی اور نیموی تقلیدی دونوں ضعیف کہتے ہیں۔

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر الجوہر النقی میں بحوالہ المحلیٰ لابن حزم مذکور ہے۔ محلیٰ (ج ۴ ص ۱۱۳ مسئلہ: ۴۴۸) میں یہ اثر بغیر کسی سند اور حوالے کے مذکور ہے۔ یہ اثر امام بیہقی کی کتاب الخلافیات (قلمی ص ۷۳ و مختصر الخلافیات مطبوع ج ۱ ص ۳۴۲) میں بحوالہ "سعيد بن زربي عن ثابت عن أنس" کی سند سے موجود ہے۔

سعید بن زربی سخت ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "منكر الحديث"

(تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)

امام بیہقی نے بھی اسی مقام پر اس راوی پر جرح کی ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا: "ضعیف"

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۸۳)

☆ آثار صحابہ کے سلسلے میں عرض ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا کہ یہ آثار الجوہر النقی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہما میں موجود ہیں، کافی نہیں ہے بلکہ اصل کتاب سے تحقیق کر کے باحوالہ صحیح سند پیش کرنی چاہیے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

"اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔" (احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۲۷)

جب امام بخاری رحمہ اللہ کی بے سند بات مردود ہے تو بعد میں آنے والے لوگوں کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟!

☆ تابعین میں سے ابراہیم نخعی کی طرف منسوب اثر ثابت نہیں ہے۔ ابومجلز تابعی رحمہ اللہ کا اثر سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کے اثر سے معارض ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز میں ناف سے اوپر (فوق السرۃ) ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

(امالی عبدالرزاق: ۱۸۹۹ وسندہ صحیح، الفوائد لابن مندہ ج ۲ ص ۲۳۴)

آلِ دیوبند کے نزدیک صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول حجت ہے جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ بانیٔ مدرسۂ دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے محمد حسین بٹالوی سے کہا: ''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطورِ معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۲)

محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا نے لکھا: ''لیکن سوائے امام اور کسیکے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر نمبر ۱۹، ۲۰ مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند)

عرض ہے کہ کیا حنفیت کے دعویداروں کے نزدیک ابومجلز رحمہ اللہ کا قول حجت ہے؟ کیا یہ لوگ ابومجلز رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں؟ کیا خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح یہ ثابت ہے کہ تابعین کے مختلف اقوال و افعال میں سے کسی ایک تابعی کا قول و فعل حجت ہے؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت کے لئے ابومجلز رحمہ اللہ کا قول یا فعل پیش کیا تھا؟ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ابومجلز رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہو تو کسے ترجیح ہوگی؟ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مقابلے میں بعض علماء کے اختلافی آثار کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

☆ محمد تقی عثمانی صاحب نے روایات کے بزعمِ خود تعارض کی صورت میں ابن ہمام تقلیدی کے قیاس کو ترجیح دی ہے کہ ناف پر ہاتھ رکھنے چاہئیں حالانکہ عام تقلیدی حضرات ناف سے بہت نیچے ہاتھ رکھتے ہیں جس کا مشاہدہ ان لوگوں کی حالتِ نماز دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ عرض ہے کہ ادلۂ ثلاثہ (قرآن، حدیث اور اجماع) کے بعد حنفی حضرات امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کے قیاس کے مقلد ہیں یا ابن ہمام تقلیدی کے قیاس کے مقلد ہیں؟ کیا نصِ صریح کے مقابلے میں بعض الناس کا قیاس مردود نہیں ہے؟

عثمانی صاحب کو چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے با سند صحیح اس قیاس کا ثبوت پیش کریں۔

تنبیہ: تقی صاحب اور ابن ہمام کے کلام سے ثابت ہوا کہ حنفیوں کے پاس قرآن، حدیث، اجماع، آثارِ سلف صالحین اور اجتہادِ امام ابوحنیفہ سے کوئی دلیل نہیں ہے کہ نماز میں مرد ناف سے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں۔ اس سلسلے میں آلِ تقلید کا عمل ابن ہمام وغیرہ کے قیاس پر ہے۔

☆ آخر میں عرض ہے کہ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ورأیتہ یضع ھذہ علٰی صدرہ" اور میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن، التحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳)

یہ روایت مسند احمد کے تمام نسخوں میں موجود ہے اور اسے امام احمد سے ابن الجوزی نے روایت کیا ہے اور ابن عبدالہادی و حافظ ابن حجر العسقلانی نے نقل کر رکھا ہے۔ بعض الناس یہ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔ عرض ہے کہ اگر دوسرے ایک ہزار راوی بھی یہ الفاظ بیان نہ کریں اور یحییٰ بن سعید القطان یہ الفاظ بیان کریں تو زیادتِ ثقہ کی رو سے انھی الفاظ کا اعتبار ہے۔

مسند احمد کی روایت کی تائید طاؤس تابعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ مرسل (منقطع) روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: " کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنٰی علٰی یدہ الیسریٰ ثم یشدّ بھما علٰی صدرہ وھو فی الصلوٰۃ "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۷۵۹ و کتاب المراسیل لابی داود: ۳۳)

اس روایت کی سند طاؤس تک حسن ہے اور یہ روایت مرسل (منقطع) ہونے کہ وجہ سے

ضعیف ہے۔

اس مرسل روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے

ا: ابوتوبہ الربیع بن نافع = "ثقة عابد حجة عابد" اور صحیحین کے راوی ہیں۔

۲: الہیثم بن حمید = جمہور کے نزدیک موثق و صدوق اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

۳: ثور بن یزید الحمصی = جمہور کے نزدیک ثقہ اور صحیح بخاری کے راوی ہیں

۴: سلیمان بن موسیٰ = جمہور کے نزدیک موثق وصدوق اور مقدمۂ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

۵: طاؤس = "ثقة فقيه فاضل" اور صحیحین وسنن اربعہ کے راوی ہیں

آلِ دیوبند کے نزدیک مرسل حجت ہوتی ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن (ج اص ۸۲ بحث المرسل)

محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہوتی ہے لیکن صحیح وحسن لذاتہ روایت کی تائید میں مرسل کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ والی روایت بلحاظِ سند ومتن حسن لذاتہ ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام"۔ والحمد للہ

(۱۹/ جنوری ۲۰۰۷ء)

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث صحیح ہے

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے فرمایا: " أخبرنا ابن الحصين قال : أنبأنا ابن المذهب قال :أنبأنا أحمد بن جعفر قال :حدثنا عبد الله بن أحمد قال :حدثني أبي قال :حدثنا يحيى بن سعيد قال :حدثنا سفيان قال :حدثني سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال :رأيت رسول الله ﷺ يضع هذه على هذه على صدره. ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل."

ہُلب (الطائی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ یہ (دایاں ہاتھ) اس (بائیں ہاتھ) پر سینے پر رکھتے تھے۔

اور یحییٰ (القطان) نے دائیں (ہاتھ) کو بائیں (ہاتھ) پر جوڑ پر رکھ کر بتایا یا دکھایا۔

(التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۸۳ ح ۴۷۷، دوسرا نسخہ ۱/۳۳۸ ح ۴۳۴)

اس حدیث میں ھذہ علی ھذہ یعنی دو دفعہ ھذہ آیا ہے جو کہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخوں میں دو دفعہ چھپنے سے رہ گیا ہے، لیکن حافظ ابن الجوزی کی امام احمد تک سند بالکل صحیح ہے جیسا کہ راویوں کی درج ذیل تحقیق سے صاف ظاہر ہے:

۱: ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد بن احمد بن الحصین الشیبانی ثقہ صحیح السماع ہیں۔

(دیکھئے المنتظم لابن الجوزی ۱۷/ ۲۶۸، اور میری کتاب: تحقیقی مقالات ۱/ ۳۹۷۔۳۹۸)

۲: ابن المذہب جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور مسند احمد کے بنیادی راویوں میں سے ہیں۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۳۹۶۔۳۹۷، تاریخ بغداد ۱۴۱/۱۴۲، ۳۰۶، میزان الاعتدال ۱/ ۵۱۱)

۳: احمد بن جعفر القطیعی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور مسند احمد کے بنیادی راویوں میں سے ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۳۹۳۔۳۹۶)

ابن المذہب نے اُن کے اختلاط سے پہلے اُن سے سنا تھا۔ (لسان المیزان ۱/۱۴۵۔۱۴۶)

لہٰذا یہاں اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔

۴: عبداللہ بن احمد بن حنبل بالاجماع ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/۳۹۲۔۳۹۳)

۵: امام احمد بن حنبل بالاجماع ثقہ ہیں۔

۶: امام یحییٰ بن سعید القطان بالاجماع ثقہ ہیں۔

۷: امام سفیان ثوری بالاجماع ثقہ ہیں اور آپ مدلس بھی تھے لیکن اس روایت میں آپ نے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض مردود ہے۔

۸: سماک بن حرب صحیح مسلم کے بنیادی راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ (دیکھئے میرا مضمون: نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب، ص ۴۱)

سماک کے شاگرد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ما يسقط لسماك بن حرب حديث" سماک کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوتی۔

(تاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ امام سفیان ثوری کا سماک سے سماع سماک کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۴۷)

۹: قبیصہ بن ہلب الطائی رحمہ اللہ

قبیصہ کو درج ذیل علمائے محدثین نے صراحتاً یا تصحیحِ حدیث کے ذریعے سے ثقہ و صدوق قرار دیا۔

(۱) عجلی (قال: تابعي ثقة/ تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان (ذکرہ فی الثقات ۵/۳۱۹)

(۳) ترمذی (حسن حدیثہ: ۲۵۲، ۳۰۱، ۱۵۶۵)

(۴) بغوی (شرح السنۃ ۳/۳۱ ح ۵۷۰ وقال فی حدیثہ: ھذا حدیث حسن)

(۵) ابن عبدالبر (الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ۲/۳۲۹ وقال فی حدیثہ: وھو حدیث صحیح)

جمہور کی توثیق کے مقابلے میں امام ابن المدینی اور امام نسائی کا قبیصہ بن ہلب کو مجہول کہنا صحیح نہیں، بلکہ یہاں جمہور کی ترجیح کی وجہ سے توثیق ہی مقدم ہے۔

۱۰: ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث اصولِ حدیث اور اصولِ محدثین کی رُو سے بالکل حسن لذاتہ یا صحیح یعنی حجت ہے۔

ایک غالی دیوبندی محمد انور اوکاڑوی نے اس حدیث پاک پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) انور اوکاڑوی نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو ''غیر مقلد'' کے غلط لقب سے ملقب کر کے لکھا ہے: ''قارئین کرام! معلوم ہوا کہ جن احادیث کو غیر مقلد صحیح کہتے ہیں وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے نہیں کہتے بلکہ امتیوں کے فیصلے سے کہتے ہیں۔ جب درمیان میں امتیوں کا فیصلہ آ گیا تو یہ فیصلہ نبوی نہ رہا اس لئے اس کو نماز نبوی کے نام سے شائع کرنا درست نہیں۔'' (ماہنامہ الخیر ملتان جلد ۳۱ شمارہ ۴ مارچ ۲۰۱۳ء ص ۲۵)

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں۔ مثلاً:

اول: آیت مبارکہ ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ اور جن گواہوں سے تم راضی ہو۔ (البقرۃ: ۲۸۲)

اور حدیث ((اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ .)) مومنین زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۲)

وغیرہما دلائل کی رُو سے اہل حدیث اس کے پابند ہیں کہ سچے گواہوں کی گواہیاں قبول کریں اور خیر القرون کے زمانے سے لے کر آج تک محدثین و متبعینِ حدیث کا اسی منہج پر عمل جاری و ساری ہے۔

دوم: قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹۱)

اور اجماع سے ثابت ہے کہ جس حدیث میں درج ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں، وہ صحیح ہوتی

ہے: (۱) سند متصل ہو (۲) ہر راوی عادل ہو (۳) ہر راوی ضابط ہو
(۴) شاذ نہ ہو (۵) معلول نہ ہو۔

ہماری پیش کردہ حدیث میں یہ پانچوں شرطیں موجود ہیں، لہٰذا یہ صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔

سوم: انوراوکاڑوی اور آلِ دیوبند بہت سی احادیث پر جرح کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً

(۱) سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث (۲) فاتحہ خلف الامام والی حدیث

(۳) وفات تک رفع یدین والی روایت اور اس طرح کی دوسری روایات...

کیا یہ احادیث و روایات اللہ اور رسول نے ضعیف قرار دی تھیں یا حنفیہ کے امام ابو حنیفہ نے انھیں ضعیف و مردود قرار دیا تھا؟ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ؟

اگر دیوبندیہ کے نزدیک ہر حدیث کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اللہ یا رسول نے صحیح یا ضعیف قرار دیا ہو تو وہ اپنی تحریروں، تقریروں اور مناظرات میں اس اصول پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ اس دوغلی پالیسی کا آخر جواب کیا ہے؟

اگر انوراوکاڑوی کی طرف سے یہ کہہ دیا جائے کہ اہلِ حدیث تو صرف دو دلیلیں مانتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولو اور اللہ سے ڈرو!

کیا تم لوگوں نے مناظرِ اہلِ حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا درج ذیل اعلان نہیں پڑھا؟:

''اہلحدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماعِ امت (۴) قیاسِ مجتہد'' (اہلحدیث کا مذہب ص ۵۸)

اگر یہ بیان پڑھا ہے تو تمھارا اعتراض باطل ہوا اور اگر نہیں پڑھا تو اپنی آنکھوں کا علاج کروالو۔!

چہارم: کیا اُمتِ مسلمہ میں کوئی ایسا مستند امام یا عالم گزرا ہے جس نے یہ لکھا یا کہا ہے کہ حدیث صرف وہی صحیح ہوگی جسے اللہ اور اس کے رسول نے صحیح قرار دیا ہو؟ حوالہ پیش کریں!

پنجم: فرقۂ دیوبندیہ کے بہت سے مصنفین نے نماز کے موضوع پر اسی مفہوم کی کتابیں

لکھی ہیں۔ مثلاً:

۱: نمازِ پیغمبر ﷺ (محمد الیاس فیصل)

۲: رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز (جمیل احمد نذیری)

۳: دَ پیغمبر خدا ﷺ مونځ (محمد ولی درویش) بزبان پشتو

۴: نبوی نماز مدلل (علی محمد حقانی) بزبان سندھی

۵: اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ (نور احمد یزدانی)

کیا ان کتابوں کی تمام روایات کو اللہ یا رسول نے صحیح قرار دیا ہے؟

نیز امداد اللہ انور دیوبندی نے ''مستند نماز حنفی'' لکھی ہے۔ کیا اس کتاب کی تمام روایات کو حنفیہ کے امام ابوحنیفہ نے صحیح قرار دیا ہے؟ جب یہ لوگ اپنے باطل اصولوں پر خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو ان اصولوں کا پابند کیوں بناتے ہیں؟

۲) انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''مگر نہ ترمذی میں سینے کے الفاظ ہیں اور نہ شرح السنۃ للبغوی میں یہ الفاظ ہیں بلکہ صرف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے'' (ماہنامہ الخیر حوالہ مذکورہ ص ۲۶)

نیز انور نے مزید لکھا ہے: ''اور پھر حاشیہ میں اس کی تفصیل بھی ذکر کی تھی کہ سماک کے شاگردوں میں صرف سفیان سینے کے لفظ کو ذکر کرتے ہیں سماک کے شاگرد ابوالاحوص اور شریک اس زیادتی کو نقل نہیں کرتے اور پھر سفیان کے شاگردوں میں سے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی ان الفاظ کو ذکر نہیں کرتے صرف یحییٰ ان الفاظ کو نقل کرتے ہیں...'' (حوالہ مذکورہ ص ۲۷)

جب کتاب التحقیق لابن الجوزی میں یہ الفاظ موجود ہیں اور کسی صحیح یا حسن روایت کے خلاف بھی نہیں لہٰذا اگر دوسری ایک ہزار کتابوں میں یہ الفاظ موجود نہ ہوں تو بھی کوئی پروا نہیں بلکہ زیادۃ الثقۃ مقبولۃ کے اصول کی رُو سے یہ الفاظ صحیح ہیں۔ والحمد للہ

یاد رہے کہ یحییٰ بن سعید القطان مشہور ثقہ امام ہیں۔

۳) انور اوکاڑوی نے لکھا ہے:

’’پھر مسند احمد کی روایت کے پورے الفاظ بھی تحریر نہیں کیے۔ کیونکہ آگے سفیان کے شاگرد یحییٰ بن سعید کی تشریح تھی جس کے الفاظ یہ ہیں ووصف يحيىٰ اليمنى على اليسرى فوق المفصل يعني هذه على صدره کی تشریح کرتے ہوئے یحییٰ نے کہا کہ دایاں ہاتھ بائیں پر گٹ کے اوپر رکھنا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ ہٰذہ علی ہٰذہ تھے کسی کاتب کی غلطی سے ہٰذہ علی صدرہٖ بن گئے۔ اس غلطی کو لے کر... نے متواتر عمل کے خلاف شور مچا دیا کیونکہ اگر صدرہ کے الفاظ ہوتے تو یحییٰ سینے پر ہاتھ رکھ کر تشریح کرتے نہ کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر تشریح کرتے۔‘‘ (الخیر حوالہ مذکورہ ص ۲۷۔۲۸)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ حافظ الجوزی کی روایت میں صاف طور پر ’’هذه على هذه على صدره‘‘ کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں، نیز ابن عبدالہادی نے اپنی مشہور کتاب التنقیح میں ان الفاظ کو بالکل اسی طرح ہی نقل کیا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۸۴)

لہٰذا کسی کاتب کی غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسند احمد کے تمام مطبوعہ و مخطوطہ نسخوں میں ’’على صدره‘‘ کے الفاظ صاف لکھے ہوئے ہیں۔ (نیز دیکھئے فتح الباری ۲/۲۲۴ تحت ح ۷۴۰ باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ)

انوراوکاڑوی کو شرم کرنی چاہیے کہ وہ اور ان کی پارٹی والے لوگ چودھویں صدی کے ضعیف و متروک کاتبین کی لکھی ہوئی مسند الحمیدی کی واضح غلطی سے علانیہ استدلال کرتے ہیں اور قدیم مخطوطوں مثلاً مخطوطہ ظاہریہ کو پس پشت پھینک دیتے ہیں اور خود مسند احمد کی متفق في النسخ كلها والی حدیث کو کاتب کی غلطی قرار دے رہے ہیں؟!

دوغلی پالیسیوں اور بے انصافی کی یہ بہت بڑی مثال ہے، جس میں انوراوکاڑوی اور آلِ دیوبند سرتاپا غرق ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ابن الجوزی والی حدیث بذاتِ خود حسن لذاتہ یا (شواہد کے ساتھ) صحیح ہے، نیز اس کے مرسل اور مدلس شواہد بھی ہیں لہٰذا اوکاڑوی اعتراضات مردود و باطل ہیں۔ وما علينا إلا البلاغ (۱۷/فروری ۲۰۱۳ء)

بعض آلِ تقلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے محرفانہ استدلال

موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل (رحمہما اللہ) عن ابیہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے آیا ہے کہ (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۰ ح ۳۹۳۸، اور کئی کتبِ حدیث)

اس حدیث کی تخریج جدول کی صورت میں درج ذیل ہے:



اس تخریج سے ثابت ہوا کہ موسیٰ بن عمیر کے پانچ شاگردوں میں سے چار شاگردوں کی روایات میں "تحت السرۃ" یعنی ناف سے نیچے، کا اضافہ موجود نہیں۔ پانچویں شاگرد امام وکیع کے چار شاگرد ہیں۔ تین شاگردوں کی روایات میں "تحت السرۃ" کے الفاظ موجود نہیں۔ چوتھے شاگرد (ابن ابی شیبہ) کی کتاب کے نسخوں میں اختلاف ہے اور اکثر نسخوں میں "تحت السرۃ" کے الفاظ نہیں، لہٰذا بعض آلِ تقلید کا ان مشکوک الفاظ سے استدلال غلط ہے۔ (۱۱/ستمبر ۲۰۱۱ء)

”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب

کا جواب

دیوبندی اصول کی رُو سے

نقطۂ آغاز

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس سلسلے میں ہم نے تفصیل کے ساتھ بادلائل ثابت کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے جائیں۔

بعض لوگ تعصب وتقلید کی بنا پر ان دلائلِ صحیحہ سے اعراض کرتے ہیں اور بے بنیاد اعتراضات اور ضعیف و بے سند روایات کا سہارا لے کر سادہ لوح عوام کو بہلا پھسلا رہے ہیں لہٰذا ہم نے ضروری سمجھا کہ ایسے حضرات کی روایات کا تجزیہ کیا جائے۔

''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ''نماز میں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے'' کا مکمل جواب دے دیا ہے اور اتمام حجت کے لئے'' حدیث اور اہلحدیث'' کی عبارت کا عکس نقل کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔

چند قابل توجہ باتیں درج ذیل ہیں:

۱) اگر صحیح سند کے ساتھ کوئی حدیث یا صحیح سند کے ساتھ کوئی اثرِ صحابی ہوتا تو انوار خورشید صاحب اپنے اس باب کا آغاز قولِ تابعی کے بجائے ان سے کرتے۔ !

۲) آلِ تقلید اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچانے کے لئے ''تحریف شدہ'' روایات بھی لکھ دیتے ہیں جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔

۳) آلِ تقلید کا صحیح احادیث وآثار کے بجائے ضعیف و بے سند روایات بیان کرنا، جن کی وضاحت کردی گئی ہے۔

٤) ڈبے میں ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کا سکین کیا ہوا عکس ہے اور نیچے اس کا جواب دیوبندی اصول کی رُو سے دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب کا جواب

دیو بندی اصول کی رُو سے

۱: (ص ۲۷۵)

۱ السنة فی الصلوٰة وضع الیدین تحت السرة

نماز میں دونوں ہاتھ، ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے

۱: اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلهما اسفل من السرة۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۳۹۱)

حجاج بن حسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلزؒ سے سُنا، یا ان سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

جواب: یہ ایک تابعی کا قول ہے جس کے متعدد جوابات ہیں:

۱: دیو بندیوں و بریلویوں کے نزدیک صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی حجت ہے، ان کے علاوہ دیگر اماموں یا تابعین و من بعدہم کے اقوال سرے سے حجت ہی نہیں ہیں۔ دیو بندیوں کی پسندیدہ کتاب ”تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان“ میں لکھا ہوا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ”اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں“

(ص ۲۴۱ والقول المتین فی الجہر بالتامین ص ۷۰)

اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔

۲: ابومجلز تابعی کا یہ قول نبی ﷺ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (دیکھئے مسند احمد ۲۲۶/۵ وسندہ حسن)

۳: ابومجلز تابعی کا قول دوسرے تابعی طاؤس رحمہ اللہ کے خلاف ہے جو فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، دیکھئے سنن ابی داود (ح ۷۵۹ وسندہ حسن إلی طاؤس رحمہ اللہ)

۴: سعید بن جبیر (تابعی) فرماتے ہیں کہ نماز میں ''فوق السرة'' یعنی ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبدالرزاق / الفوائد لابن مندۃ ۲۳۴/۲ ح ۱۸۹۹ وسندہ صحیح)

لہٰذا ابومجلز کا قول سعید بن جبیر تابعی کے قول کے بھی خلاف ہے۔

۵: دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات اس قول کے برخلاف اپنی عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھیں۔

۲: (ص ۲۷۶)

۲

۲۔ عن ابراھیم قال یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

جواب: اس اثر میں ربیع راوی غیر متعین ہے اگر اس سے مراد ربیع بن صبیح ہے تو وہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے جزء رفع الیدین بتحقیقی (ح ۶۸ ص ۸۱)

۳: (ص ۲۷۶)

۳

۳۔ عن ابراھیم النخعی انہ کان یضع یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسریٰ تحت السرۃ ۔ (کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ بروایۃ الامام محمد)

حضرت امام نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

جواب: یہ روایت موضوع ہے، محمد بن الحسن سخت مجروح ہے۔
(دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ وسندہ صحیح)

محمد بن الحسن الشیبانی کی صریح توثیق کسی محدث سے بھی ثابت نہیں ہے اور جمہور محدثین نے اسے مجروح قرار دے رکھا ہے۔ شیبانی کا استاد ربیع بن صبیح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ کتاب الآثار بذاتِ خود شیبانی مذکور سے ثابت نہیں ہے، جیسا کہ راقم الحروف نے "النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی" میں ثابت کیا ہے۔ فالسند ظلمات

۴: (ص ۲۷۶)

۴

۴۔ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال
رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ
علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ
(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ ص ۳۹۰)

حضرت علقمۃ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے
ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ
آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے

جواب: یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہی نہیں ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ کا عکس (ص ۶۰، ۶۲) اسے سب سے پہلے قاسم بن قطلوبغا (...) نے مصنف سے منسوب کیا ہے۔ نیموی حنفی نے قلابازیاں کھاتے ہوئے بھی اس ابن قطلوبغا والی روایت کو "غیر محفوظ" یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ح ۳۳۰)

۵: (ص ۲۷۶)

۵

۵۔ عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف
علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ،
(ابوداود نسخۃ ابن الاعرابی ص ۲۸ ، بیہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
فرمایا نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھنا مسنون ہے۔

جواب: یہ روایت ضعیف ہے۔
اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، نیموی حنفی نے کہا: ” وفيه عبدالرحمٰن بن إسحاق الواسطي وهو ضعيف “
(آثار السنن، حاشیہ: ح ۳۳۰)

٦: (ص ۲۷۷)

٦

۶- عن ابی وائل قال قال ابو هريرة رضی الله عنه اخذ الاكف على الاكف فى الصلوٰة تحت السرة ۔
(ابوداؤد نسخة ابن الاعرابي [illegible])
حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

جواب: اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی ضعیف ہے۔
دیکھئے جواب السابق: ۵
۷: (ص ۲۷۷)

۷

۷- عن علی ــــــــ قال ثلثة من اخلاق الانبياء تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع الاكف تحت السرة فى الصلاة ‘
(منتخب کنز العمال [illegible])
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

جواب: یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، منتخب کنز العمال میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں ہے۔

۸: (ص ۲۷۷)

۸

۸۔ عن انس ـــــــــ قال ثلث من اخلاق النبوة
تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الید الیمنیٰ
علی الیسریٰ فی الصلوٰة تحت السرة۔
(محلی ابن حزم ج ۳ ص ۳۰)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق
میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا (۳)
اور دوران نماز دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

اس روایت کی سند میں سعید بن زربی البصری العبادانی سخت ضعیف راوی ہے۔
تحقیق کے لئے دیکھئے الخلافیات للبیہقی (قلمی ص ۳۷) مختصر الخلافیات (۳۴۲/۱)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: " ليس حديثه بشيء " اس کی حدیث کچھ چیز نہیں۔
(کتاب الجرح والتعدیل ۲۴/۴ وسندہ صحیح)

امام بخاری نے فرمایا: "ليس بقوي" وہ قوی نہیں۔ (التاریخ الکبیر ۴۷۰/۳)

امام مسلم نے فرمایا: " صاحب عجائب " (کتاب الکنیٰ ص ۱۰۱/ ۱۷۷)

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " سعيد بن زربي ضعيف الحديث، منكر الحديث، عنده عجائب من المناكير " (ایضاً ص ۲۴)

امام نسائی نے فرمایا: "ليس بثقة" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۲۷۸)

امام دارقطنی نے فرمایا: "متروك" (الضعفاء والمتروکون: ۲۷۲)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی نے فرمایا: " ضعيف " (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲۶۰/۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ "منكر الحديث" (تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " ضعفوه " انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
(الکاشف ۴۲۱/۱ ت ۱۸۷۶)

بزار نے فرمایا: " ليس بالقوي " (کشف الاستار: ۱۵۵۲، ۲۳۳۱)

۹: (ص ۲۷۷)

۹

۱۔ بوالو ثرم : قال حدثنا ابوالولید الطیالسی قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدری عن عقبة بن صهبان سمع علیا یقول فی قول الله عز وجل " فصل لربك وانحر " قال وضع الیمنی علی الیسری تحت السرة ،

(التمہید ج ۲۰ ص ۷۸)

حضرت عقبہ بن صہبانؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

جواب: یہ روایت چار وجہ سے ضعیف ہے:

۱: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: " أبو الولید عند الناس أکثر [کان یقال سماعه من حماد بن سلمة فیه شيٌ کأنه سمع منه بأخرة، وکان حماد ساء حفظه في آخر عمره.] " (کتاب الجرح والتعدیل ۹/۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوالولید الطیالسی کی روایت حماد بن سلمہ سے ضعیف ہوتی ہے، الا یہ کہ کسی دوسری سند سے وہ روایت ثابت ہو۔

۲: عاصم الجحدری اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجحدری کا واسطہ ہے۔

(التاریخ الکبیر ۶/۴۳۷)

العجاج مجہول الحال ہے۔

۳: اسی روایت کی دوسری اسانید میں "علی صدرہ" سینے پر ہاتھ باندھے، کے الفاظ ہیں۔

(حوالہ مذکورہ، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۰)

۴: ابن الترکمانی حنفی نے لکھا ہے:

" وفي سنده و متنه اضطراب "

اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔ (الجوہر النقی ۲/۳۰)

۱۰: (ص ۲۷۸)

۱۰

۲۷۸

قال ابن المنذر ــــــ "وبه قال سفیان الثوری واسحٰق

وقال اسحٰق : تحت السرة اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع"

(الاوسط ج ۳ ص ۹۴)

علامہ ابن المنذرؒ (م: ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے

جواب: یہ حوالہ بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(ص ۲۷۸)

۱۱

قال ابن قدامۃ الحنبلیؒ:

"وروی ذالك عن علی وابی هريرة وابی مجلز والنخعی والثوری واسحٰق لما روی عن علی انه قال من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة رواه الامام احمد وابوداؤد وهذا ينصرف الى سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (المغنی ج ۱ ص ۴۷۲)

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابومجلزؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ سے مروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے، روایت کیا اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے، اور سنت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

جواب: یہ سارے حوالے بے سند ہیں لہٰذا مردود ہیں۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

" عن سهل بن سعد قال : كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل يده اليمنىٰ علىٰ ذراعه اليسرىٰ في الصلوٰة . "

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) حکم دیا جاتا تھا کہ ہر شخص نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔ (صحیح البخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۴۰، وموطأ الامام مالک ۱۵۹/۱ ح ۳۷۷ باب وضع الیدین احداہما علی الاخریٰ فی الصلوٰۃ، وروایۃ ابن القاسم بتحقیقی: ۴۰۹)

فوائد:

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں، آپ اگر اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں "ذراع" (کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک ہاتھ کے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آ جائیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت، رُسغ (کلائی) اور ساعد (کلائی سے لیکر کہنی تک) پر رکھا۔ (سنن نسائی مع حاشیۃ السندھی ج ۱ ص ۱۴۱ ح ۸۹۰، سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۱۲ ح ۷۲۷) اسے ابن خزیمہ (۲۴۳/۱ ح ۴۸۰) اور ابن حبان (الاحسان ۲۰۲/۲ ح ۴۸۵) نے صحیح کہا ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے:

" يضع هٰذه علىٰ صدره ...... إلخ "

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ [ہاتھ] اپنے سینے پر رکھتے تھے...... الخ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳، واللفظ لہ، التحقیق لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۳ ح ۴۷۷ وفی نسخہ ج ۱ ص ۳۳۸ وسندہ حسن)

② سنن ابی داود (ح ۷۵۶) وغیرہ میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے والی جو روایت آئی ہے وہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس شخص پر جرح، سنن ابی داود

کے محولہ باب میں ہی موجود ہے، علامہ نووی نے کہا:

''عبدالرحمٰن بن اسحاق بالاتفاق ضعیف ہے۔'' (نصب الرایۃ للزیلعی الحنفی ۱/۳۱۴)

نیموی فرماتے ہیں: '' وفيه عبدالرحمٰن بن إسحاق الواسطي وهو ضعيف ''

اوراس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہے اور وہ ضعیف ہے۔(حاشیہ آثار السنن ح ۳۳۰)

مزید جرح کیلئے عینی حنفی کی البنایۃ فی شرح الھدایۃ (۲/۲۰۸) وغیرہ کتابیں دیکھیں، ہدایہ اولین کے حاشیہ ۱۷، (۱/۱۰۲) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔

③ یہ مسئلہ کہ مرد ناف کے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں کسی صحیح حدیث یا ضعیف حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے، یہ مرد اور عورت کے طریقۂ نماز میں جو فرق کیا جاتا ہے کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے پر، اس کے علاوہ مرد سجدے کے دوران میں بازو زمین سے اٹھائے رکھیں اور عورتیں بالکل زمین کے ساتھ لگ کر بازو پھیلا کر سجدہ کریں، یہ سب آلِ تقلید کی موشگافیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے نماز کی ہیئت، تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک مرد و عورت کے لئے ایک ہی ہے، مگر لباس اور پردے میں فرق ہے مثلاً عورت ننگے سر نماز نہیں پڑھ سکتی اور اس کے ٹخنے بھی ننگے نہیں ہونے چاہئیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک جو فرق دلائل سے ثابت ہو جائے تو برحق ہے، اور بے دلیل و ضعیف باتیں مردود کے حکم میں ہیں۔

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب تحت السرۃ (ناف کے نیچے) والی روایت سعید بن زربی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''منكر الحديث ''

(تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)

دیکھئے مختصر الخلافیات للبیہقی (۱/۳۴۲، تالیف ابن فرح الاشبیلی والخلافیات مخطوط ص ۳۷ ب) وکتب اسماء الرجال

⑤ بعض لوگ مصنف ابن ابی شیبہ سے ''تحت السرة'' والی روایت پیش کرتے ہیں حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل (عام) قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں ''تحت السرة'' کے

الفاظ نہیں ہیں جبکہ قاسم بن قطلو بغا (کذاب بقول البقاعی رالضوء اللامع ۶ر۱۸۶) نے ان الفاظ کا اضافہ گھڑ لیا تھا۔ انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

''پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرۃ والی عبارت) نہیں ہے۔'' (فیض الباری ۲ر۲۶۷)

⑥ حنبلیوں کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱ر۲۵۱) !!

⑦ تقلیدی مالکیوں کی غیر مستند اور مشکوک کتاب ''المدونۃ'' میں لکھا ہوا ہے کہ امام مالک نے ہاتھ باندھنے کے بارے میں فرمایا: ''مجھے فرض نماز میں اس کا ثبوت معلوم نہیں'' امام مالک اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ اگر نوافل میں قیام لمبا ہو تو ہاتھ باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح وہ اپنے آپ کو مدد دے سکتا ہے۔ (دیکھئے المدونۃ ۱ر۷۶)

اس غیر ثابت حوالے کی تردید کے لئے موطأ امام مالک کی تبویب اور امام مالک کی روایت کردہ حدیثِ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہی کافی ہے۔

⑧ جو لوگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی دلیل المعجم الکبیر للطبرانی (۲۰ر۷۴ ح ۱۳۹) کی ایک روایت ہے جس کا ایک راوی خصیب بن جحدر کذاب ہے۔ (دیکھئے مجمع الزوائد ۲ر۱۰۲) معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے لہٰذا اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

⑨ سعید بن جبیر (تابعی) فرماتے ہیں کہ نماز میں ''فوق السرۃ'' یعنی ناف سے اوپر (سینے پر) ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبدالرزاق رالفوائد لابن مندۃ ۲ر۲۳۴ ح ۱۸۹۹ وسندہ صحیح)

⑩ سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں مزید تحقیق کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں۔ والحمدللہ

الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار

للإمام الحافظ
أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة
الكوفي العبسي
المتوفى سنة ٢٣٥هـ

ضبطه وصححه ورقم كتبه وأبوابه وأحاديثه
محمد عبد السلام شاهين

الجزء الأول

يحتوي على الكتب التالية:
الطهارات - الأذان والإقامة - الصلوات

دار الكتب العلمية

(مَا آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا)

الجزء الاول

من

مُصَنَّف

ابن ابی شیبہ

فی

الاحادیث

والآثار واستنباط أئمة التابعين واتباع التابعين المشهودين لهم بالخير
للامام الحافظ المتقن النحرير الثبت الثقة الشهير بابی بكر عبد الله بن محمد بن
ابراهيم بن عثمان بن ابی شيبة الكوفی العبسی المتوفی سنة ٢٣٥ ھ وكفى
من مفاخره التی امتاز بها بين الأئمة المشهورين كونه من اساتذة البخاری
و مسلم و أبی داود و ابن ماجة و خلائق لا تحصى

(و اعتنى بتصحيحه و تنسيقه و نشره محب السنة النبوية و خادمها)
(عبد الخالق خان الافغانی رئيس المصححين بدائرة المعارف العثمانية فی الغابر)
و نائب صدر جمعيت العلماء حيدرآباد - اے - پی (الهند)

عنی بطبعه و اهتم بنشره خادم القوم
محمد جهانگير علی الأنصاری
، عميد مولانا ابو الكلام اكادمی،
انصاری لاج، مدينه بلڈينگ، حيدرباد ٢ (الهند)
فون: ٤٤٢٢٢ (حقوق الطبع محفوظة) سنه ١٣٨٦ ھ ١٩٦٦ م
طبع هذا الكتاب فی المطبعة العزيزية سنة ١٣٨٦ ھ بحيدرآباد (الهند)

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱

لا يصلي ركعتي الفجر في السفر.

۳۹۲۹ ـــ حدّثنا جرير عن قابوس عن أبيه عن عائشة قالت: أما ما لم يدع صحيحًا ولا مريضًا في سفر ولا حضر غائبًا ولا شاهدًا، تعني النبي ﷺ فركعتان قبل الفجر.

۳۹۳۰ ـــ حدّثنا هشيم قال أخبرنا حصين قال سمعت عمرو بن ميمون الأودي يقول: كانوا لا يتركون أربعًا قبل الظهر وركعتين قبل الفجر على حال.

۳۹۳۱ ـــ حدّثنا وكيع عن حبيب بن جري عن أبي جعفر قال: كان رسول الله ﷺ لا يدع الركعتين بعد المغرب والركعتين قبل الفجر في حضر ولا سفر.

۳۹۳۲ ـــ حدّثنا هشيم قال أخبرنا ابن عون عن مجاهد قال سألته أكان ابن عمر يصلي ركعتي الفجر قال: ما رأيته يترك شيئًا في سفر ولا حضر.

ص ۳۹۰

(١٦٥) وضع اليمين على الشمال

۳۹۳۳ ـــ حدّثنا أبو بكر قال حدثنا زيد بن حباب قال: حدثنا معوية بن صالح قال حدثني يونس بن سيف العنسي عن الحرث بن غطيف أو غطيف بن الحرث الكندي شك معوية قال: مهما رأيت نسيت لم أنس اني رأيت رسول الله ﷺ وضع يده اليمنى على اليسرى، يعني في الصلاة.

۳۹۳٤ ـــ حدّثنا وكيع عن سفيٰن عن سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ واضعًا يمينه على شماله في الصلاة.

۳۹۳۵ ـــ حدّثنا ابن إدريس عن عاصم بن كليب عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله ﷺ حين كبر أخذ بشماله بيمينه.

۳۹۳٦ ـــ حدّثنا وكيع عن إسمٰعيل بن أبي خالد عن الأعمش عن مجاهد عن مورق العجلي عن أبي الدرداء قال: من أخلاق النبيين وضع اليمين على الشمال في الصلاة.

۳۹۳۷ ـــ حدّثنا وكيع عن يوسف بن ميمون عن الحسن قال: قال رسول الله ﷺ «كأني أنظر إلى أحبار بني إسرائيل واضعي أيمانهم على شمائلهم في الصلاة».

۳۹۳۸ ـــ حدّثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة.

۳۹۳۹ ـــ حدّثنا وكيع عن ربيع عن أبي معشر عن إبراهيم قال: يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة.

وضع الیمین علی الشمال

حدثنا ابو بکر قال حدثنا زید بن حباب قال حدثنا معاویۃ بن صالح قال حدثنی یونس بن سیف العنسی عن الحارث بن غطیف او غطیف بن الحارث الکندی شک معاویۃ قال مهما رأیت نسیت لم أنس انی رأیت رسول اللہ ﷺ وضع یدہ الیمنی علی الیسری یعنی فی الصلوۃ ٭ حدثنا وکیع عن سفیان عن سماک عن قبیصۃ بن ھلب عن ابیہ قال رأیت النبی ﷺ واضعا یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ ٭ حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر قال رأیت رسول اللہ ﷺ حین کبر أخذ بشمالہ بیمینہ ٭ حدثنا وکیع عن اسماعیل بن ابی خالد عن الاعمش عن مجاھد عن مورق العجلی عن ابی الدرداء قال من أخلاق النبیین وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ ٭ حدثنا وکیع عن یوسف بن میمون عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ کأنی أنظر الی أحبار بنی اسرائیل واضعی أیمانھم علی شمائلھم فی الصلوۃ ٭ حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ ٭ حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی معشر عن ابراھیم قال یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ ٭ حدثنا وکیع قال حدثنا عبد السلام بن شداد الجریری ابوطالوت قال نا غزوان ابن جریر الضبی عن أبیہ قال کان علی اذا قام فی الصلوۃ وضع یمینہ علی رسغ یسارہ ولا یزال کذلک حتی یرکع متی ما رکع الا أن یصلح ثوبہ أو یحک جسدہ ٭ حدثنا وکیع قال حدثنا یزید بن زیاد عن ابی الجعد عن عاصم الجحدری عن عقبۃ بن ظھیر عن علی فی قولہ فصل لربک وانحر قال وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ ٭ حدثنا یزید بن ھارون قال اخبرنا الحجاج

مصنف الحبر الامام الحجر الخضم الهمام

ابي بكر بن ابي شيبة رحمه الله

رحمة الابرار ووقاه

عذاب النار

امين

هو عبد الله بن محمد بن ابراهيم بن عثمان الكوفي الحافظ المتقن المتوفى سنة ٢٣٥

كتبه العبد الضعيف فتح محمد النظامي من نسخة اربابها

المولى ابو الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادي

صاحب غاية المقصود شرح ابي داود وغيرها

في تاريخ ٧ من شهر شعبان المعظم

سنة ١٣١٢

السيد الفاضل العالم الحبر الجليل البحر الذي ليس له ساحل

جامع الكمالات الصورية والفيوضات المعنوية مولانا ومن علا رحمه

مولانا المكنى بابي تراب صاحب الكتب دام مجده وارشاده

وبركته وفيضانه على

العالم

آمين



المصنف

للإمام الحافظ أبي بكر عبدالله بن محمد بن إبراهيم
ابن أبي شيبة
١٥٩ - ٢٣٥هـ

تقديم
فضيلة الشيخ / د. سعد بن عبدالله آل حميد

تحقيق
حمد بن عبدالله الجمعة — محمد بن إبراهيم اللحيدان

الجزء الثاني

الصلاة / ١

٢١٣٠ - ٥٦٢٤

مكتبة الرشد
ناشرون

٣٩٥٣- حدثنا وكيع عن إسماعيل بن أبي خالد عن الأعمش عن مجاهد عن مُوَرِّق (العِجْلي)[١] عن أبي الدرداء قال: «من إخلاق النبيين وضع اليمين على الشمال في الصلاة».

٣٩٥٤- حدثنا وكيع عن يوسف بن ميمون عن الحسن قال: قال رسول الله ﷺ: «كأني أنظر إلى أحبار بني إسرائيل واضعي أيمانهم على شمائلهم في الصلاة».

٣٩٥٥- حدثنا وكيع عن موسى بن عُمير عن علقمة بن[٢] وائل بن حُجْر عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة[٣].

٣٩٥٦- (حدثنا وكيع عن ربيع عن أبي معشر عن إبراهيم قال: «يضع يمينه على شماله في الصلاة)[٤] تحت السُّرَّة».

٣٩٥٧- حدثنا وكيع قال: حدثنا عبدالسلام بن شداد الجُرَيري[٥] أبو طالوت عن[٦] غزوان بن جرير الضبي عن أبيه قال: «كان عليٌّ إذا قام في الصلاة وضع يمينه على رُسْغه[٧] فلا يزال كذلك حتى يركع متى ما ركع، إلا أن يصلح ثوبه أو يحكُّ جسده».

(١) سقطت من (ج) و(م) و(ك).
(٢) في (ج): «علقمة عن وائل ...» وهو خطأ.
(٣) في (م): «شماله في الصلاة تحت السرة» ولعله سبق نظره إلى الأثر الذي بعده فكتب منه: «تحت السرة».
(٤) سقط ما بين القوسين من (ج).
(٥) في (ط س) و(م): «الحريري» والضبط من حاشية «الإكمال» (٢/ ٢٠٨)، و«الجرح» (٦/ ٤٥).
(٦) في (ط س): «قال: نا غزوان».
(٧) في (ط س): «رسغ يساره» والرسغ من الإنسان: مفصل ما بين الكف والساعد، والقدم إلى الساق «المصباح» (٢٢٦).

فهرس الآيات والأحاديث والآثار

اسماء الرجال

اشاریہ

نماز میں
ہاتھ باندھنے کا حکم
اور مقام